ماہنامہ

دخترانِ اسلام لاہور

ستمبر 2019ء

محرم ایڈیشن

پیغامِ شہادتِ امامِ حسین علیہ السلام

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا خصوصی خطاب

انکارِ بیعت سے شہادتِ عظمیٰ تک

حسین علیہ السلام

شریکۃ الحسین علیہا السلام سیدہ زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا

قائداعظمؒ کی قانونی اور سیاسی زندگی

اسلام آباد، راولاکوٹ (آزاد کشمیر) میں ڈپلومہ ان قرآن اسٹڈی کی تصویری جھلکیاں

زونل نگران شمالی پنجاب محترمہ ارشاد اقبال کا دورہ جہلم

خواتین میں بیداریٔ شعور و آگہی کیلئے کوشاں

ماہنامہ لاہور

دخترانِ اسلام

جلد: 26 شمارہ: 9 / محرم الحرام ۱۴۴۱ھ / ستمبر 2019ء

زیرِ سرپرستی

بیگم رفعت جبین قادری

چیف ایڈیٹر

قرۃ العین فاطمہ

ایڈیٹر — اُم حبیبہ

ڈپٹی ایڈیٹر — نازیہ عبدالستار

مجلس مشاورت

نوراللہ صدیقی، ڈاکٹر فوزیہ سلطانہ، ڈاکٹر نبیلہ اسحاق
ڈاکٹر شاہدہ مغل، ڈاکٹر فرخ سہیل، ڈاکٹر سعدیہ نصراللہ
مسز فریدہ سجاد، مسز فرح ناز، مسز حلیمہ سعدیہ
مسز راضیہ نوید، سدرہ کرامت، مسز رافعہ علی
ڈاکٹر زیب النساء سرویا، ڈاکٹر نورین روبی

رائٹرز فورم

آسیہ سیف، ہادیہ خان، جویریہ سحرش
جویریہ وحید، ماریہ عروج، سمیعہ اسلام

کمپیوٹر آپریٹر: محمد اشفاق انجم
گرافکس: عبدالسلام —— فوٹوگرافی: قاضی محمود الاسلام

فہرس

اداریہ

(سیدالشہدا حضرت امام حسینؑ کی دینِ محمدی کیلئے دی جانیوالی عظیم قربانی) 4

فکرِ شیخ الاسلام

پیغامِ شہادتِ امام حسینؑ — مرتبہ: نازیہ عبدالستار 5

انکارِ بیعت سے شہادتِ عظمیٰ تک — ڈاکٹر فرخ سہیل 9

حضرت امام حسینؑ عبادت، سخاوت اور اخلاق کے پیکر — ڈاکٹر شفاقت علی بغدادی 13

سانحہ کربلا: عشقِ خدا کی لازوال داستان — مصباح کبیر 18

شریکۃ الحسینؑ سیدہ زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا — ایمن سہیل 22

قائداعظمؒ کی قانونی اور سیاسی زندگی — ڈاکٹر عشرت افضل 26

منہاج القرآن ویمن لیگ کی سرگرمیاں — رپورٹ 28

Building Generations for Tomorrow — Hadia Saqib 31

بدلِ اشتراک: آسٹریلیا، کینیڈا، مشرقِ بعید، امریکہ: 15 ڈالر مشرقِ وسطیٰ، جنوب مشرقی ایشیا، یورپ، افریقہ: 12 ڈالر

ترسیلِ زر کا پتہ: منی آرڈر / چیک / ڈرافٹ بنام حبیب بنک لمیٹڈ منہاج القرآن برانچ اکاؤنٹ نمبر 01970014583203 ماڈل ٹاؤن لاہور

قیمت فی شمارہ -/35 روپے

سالانہ خریداری -/350 روپے

رابطہ: ماہنامہ دخترانِ اسلام 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور
فون نمبرز: 3-042-5169111 فیکس نمبر: 042-35168184

Visit us on: www.minhajsisters.com E-mail:sisters@minhaj.org

فرمان الٰہی

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ ط بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ. وَلَنَبْلُوَنَّکُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ط وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ. الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْھُمْ مُّصِیْبَةٌ قَالُوْآ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ اُولٰٓئِکَ عَلَیْھِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ وَرَحْمَةٌ قف وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُھْتَدُوْنَ.

(البقرہ،۲:۱۵۴۔۱۵۷)

’’اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مت کہا کرو کہ یہ مُردہ ہیں، (وہ مُردہ نہیں) بلکہ زندہ ہیں لیکن تمہیں (ان کی زندگی کا) شعور نہیں۔ اور ہم ضرور بالضرور تمہیں آزمائیں گے کچھ خوف اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے، اور (اے حبیب!) آپ (ان) صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیں۔ جن پر کوئی مصیبت پڑتی ہے تو کہتے ہیں: بے شک ہم بھی اللہ ہی کا (مال) ہیں اور ہم بھی اسی کی طرف پلٹ کر جانے والے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے پے در پے نوازشیں ہیں اور رحمت ہے، اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں‘‘۔

(ترجمہ عرفان القرآن)

فرمان نبوی ﷺ

عَنْ زَیْدِ بْنِ أَرْقَمَ ص أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: لِعَلِيٍّ وَفَاطِمَةَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ: أَنَا حَرْبٌ لِمَنْ حَارَبْتُمْ، وَسِلْمٌ لِمَنْ سَالَمْتُمْ. رَوَاہُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَہ.

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَیْلَی عَنْ أَبِیْهِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: لَا یُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتَّی أَکُوْنَ أَحَبَّ إِلَیْهِ مِنْ نَفْسِهِ وَأَهْلِي أَحَبَّ إِلَیْهِ مِنْ أَهْلِهِ وَعِتْرَتِي أَحَبَّ إِلَیْهِ مِنْ عِتْرَتِهِ. وَذَاتِي أَحَبَّ إِلَیْهِ مِنْ ذَاتِهِ.

’’حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم سے فرمایا: تم جس سے لڑو گے میں اُس کے ساتھ حالت جنگ میں ہوں اور جس سے تم صلح کرنے والے ہو میں بھی اُس سے صلح کرنے والا ہوں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی جان سے بھی محبوب تر نہ ہو جاؤں اور میرے اہلِ بیت اسے اس کے اہل خانہ سے محبوب تر نہ ہو جائیں اور میری اولاد اسے اپنی اولاد سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جائے اور میری ذات اسے اپنی ذات سے محبوب تر نہ ہو جائے‘‘۔

(المنہاج السوی، ص۴۸۲)

خواب

اے جہان آباد! اے گہوارۂ علم و ہنر
ہیں سراپا نالۂ خاموش تیرے بام و در
ذرے ذرے میں ترے خوابیدہ ہیں شمس وقمر
یوں تو پوشیدہ ہیں تری خاک میں لاکھوں گہر

(کلیاتِ اقبال، بانگ درا، ص:۳۴)

تعبیر

میرا مقصد بے حد دوستانہ، مستحکم ترین اور سادہ ترین طریقے سے یہ تنبیہ کرنا تھا کہ آپ دستور ترتیب دینے کا کام اس وقت مکمل نہیں کرسکتے جب تک کہ اقلیتوں کے مسئلہ کا تصفیہ نہ ہوجائے۔

(26 نومبر 1931ء)

تکمیل

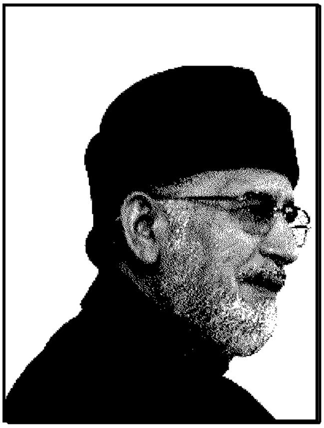

حضور ﷺ آج بھی اسی طرح ہیں جیسے وصال سے قبل تھے۔ ان کی رحمتیں، تعظیم اور ادب و احترام ابدی ہے۔ اس لیے کبھی بھی حضور ﷺ کے گلشن کا کوئی ایک پھول بھی توڑے تو حضور ﷺ کو گوارا نہیں بلکہ اذیت ہوتی ہے۔ اگر آپ ﷺ کے شہر کے درخت کٹیں تو انہیں اذیت ہوتی ہے تو سیدنا امام حسینؓ کا گلا کٹے تو اذیت کا عالم کیا ہوگا، سیدنا علی اکبر کو شہید کردیا جائے اور حضرت سکینہ کو رلایا جائے تو کیا مصطفیٰ ﷺ کو اذیت نہیں ہوگی ان کو اذیت کرنا مصطفیٰ ﷺ کو تکلیف دینا ہے۔ ان سے محبت کرنا مصطفیٰ ﷺ سے محبت کرنا ہے۔ ان کا ذکر مصطفیٰ ﷺ کا ذکر ہے۔ میں پوری ایمانداری، تحقیق اور بصیرت سے کہتا ہوں کہ غم حسینؓ غم مصطفیٰ ﷺ ہے اور یہ سنت خدا ہے۔ سوچنے کی بات ہے کہ امت کربلا پر سوگوار کیوں ہے؟ ذکر حسینؓ پر آنکھیں کیوں نم ہوتی ہیں۔ واقعہ کربلا کو 14 سو سال گزر چکے ہیں پھر بھی غم حسینؓ پر کیوں رویا جاتا ہے؟

(خطاب شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری: بعنوان غم حسینؓ اصل میں غم مصطفیٰ ﷺ ہے)

اداریہ

سید الشہدا حضرت امام حسینؑ کی دینِ محمدیؐ کیلئے دی جانیوالی عظیم قربانی

محرم الحرام کا مہینہ دین اسلام کی تجدید و احیاء کیلئے اہل بیت اطہار کی طرف سے دی جانیوالی عظیم قربانیوں کی یاد دلاتا ہے۔ سید الشہدا حضرت امام حسینؑ کی میدان کربلا میں دی جانیوالی قربانی اور یزیدی نظام حکومت کے خلاف انکے ارشادات اور خطابات قیامت تک کیلئے کلمہ حق کی علامت کے طور پر ہمارے ایمان کی حفاظت کرتے رہیں گے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے جس وقت کوفہ ہجرت کا قصد کیا اُس وقت یزید کا ظلم اور ہوس اقتدار اپنی انتہاؤں کو پہنچی ہوئی تھی وہ کھلم کھلا شعائر اسلام کا مذاق اڑا رہا تھا، دین محمدی کی طے کی گئیں شرعی حدود و قیود کو پامال کر رہا تھا، ریاست کے اختیار اور وسائل کو ذاتی نمود و نمائش اور بے جا اصراف کی نذر کر رہا تھا۔ اسلام کے دیانت، صداقت اور امانت پر مبنی اقتدار کی اعلیٰ و عرفاء روایات، اقدار اور احکامات کے برعکس اس نے شخصی آمریت قائم کر لی تھی، خوشامدیوں اور کاسہ لیسوں کو دربار یزید میں عہدے اور عزت و تکریم ملتی تھی۔ خوشامد نہ کرنیوالوں کو نشان عبرت بنایا جارہا تھا اس بدبخت کے عہد اقتدار میں عظیم المرتبت صحابہ کرام کو بھی شہید جاتا رہا انصاف کی جگہ یزیدی فرامین نے لے لی تھی۔ شراب نوشی، قمار بازی، اقربا پروری، ظلم و جور یزیدی طرز حکمرانی کی شناخت بن چکے تھے۔ یہ وہ حدود اللہ اور شعائر اسلام کی کھلم کھلا پامالی تھی جس پر حضرت امام حسینؑ نے احیائے دین کا علم بلند کیا اور امت محمدی میں دینی غیرت و حمیت زندہ کرنے کیلئے سفر کوفہ کا ارادہ فرمایا، حضرت امام حسینؑ یہ جانتے تھے کہ وہ جس عظیم مقصد کیلئے کوفہ کی طرف جا رہے ہیں اسکی قیمت بہت بھاری ہے تاہم اہل حق کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ ہر قیمت پر کلمہ حق بلند کرتے ہیں۔ دین محمدی قربانیوں سے پھلا پھولا اور آج 14 سو سال بعد لازوال قربانیوں کے نتیجے میں ہم تک پہنچا اور ایثار و قربانی کے ذریعے ہی قیامت تک سر بلند رہے گا۔ رسول مکرم ﷺ کی حیات مبارکہ ساری انسانیت کیلئے بہترین نمونہ ہے۔ خاتم المرسلین حضرت محمد ﷺ نہ صرف اپنے اہل و عیال اور قرابت داروں سے پیار کرتے تھے بلکہ انہوں نے اہل ایمان کو اہل بیت سے محبت اور انکی عزت و تکریم کرنے کا حکم بھی صادر فرمایا ہے۔ حضور ﷺ کے اہل بیت اطہار فضیلت اور مقام و مرتبہ میں بہت بلند تر ہیں انکی طہارت و پاکیزگی، ان سے محبت اور بلندی مراتب کا بیان بارگاہ خداوندی سے نازل ہوا ہے ارشاد ربانی ہے کہ بس اللہ یہی چاہتا ہے کہ اے اہل بیت تم سے ہر قسم کے گناہ کا میل (اور شک و نقص کی گرد تک) دور کر دے اور تمہیں (کامل) طہارت سے نواز کر بالکل پاک صاف کر دے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک میں تم میں دو نائب چھوڑ کر جا رہا ہوں ایک اللہ کی کتاب جو کہ آسمان و زمین کے درمیان لٹکی ہوئی رسی کی طرح ہے اور میری عترت یعنی میرے اہل بیت، یہ دونوں اس وقت تک ہرگز جدا نہیں ہونگے جب تک یہ میرے پاس حوض کوثر پر نہیں پہنچ جاتے۔ گویا اہل بیت سے بغض رکھنا اللہ اور اسکے رسول ﷺ کے ساتھ بغض رکھنے کے مترادف ہے، جن کے قلوب و اذہان خاتم المرسلین کے اہل بیت کی عقیدت و الفت سے مزین نہیں ہیں وہ اسلام کی حلاوت سے کوسوں دور ہیں وہ اپنا محاسبہ اور اپنے ایمان کی فکر کریں۔ جو کج فہم سید الشہدا حضرت امام حسینؑ اور انکے قافلہ کے سفر کوفہ اور اسلام کیلئے دی جانیوالی عظیم قربانیوں پر تاویلیں کرتے ہیں وہ حضور نبی اکرم ﷺ کا مذکورہ فرمان ذہن نشین رکھیں کہ اللہ کی کتاب اور میرے اہل بیت کبھی جدا نہیں ہو سکتے۔ آج حسینی فکر بھی زندہ ہے اور یزیدی سوچ بھی موجود ہے، آج بھی ایسے عناصر کی کمی نہیں ہے جو دین محمدی کے اصل چہرے کو معاذ اللہ مسخ کرنے کے درپے رہتے ہیں، ایسے عناصر کے مقابلہ کیلئے واقعہ کربلا اور حضرت امام حسینؑ کی قربانی اور فکر نسخہ کیمیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دل و دماغ کو حسینی فکر کی ایمانی دولت سے مالا مال کرے اور اللہ تعالیٰ ہمیں حق کے راستے پر ثابت قدم رکھے (آمین) (چیف ایڈیٹر)

فکرِ شیخ الاسلام

پیغامِ شہادتِ امام حسین علیہ السلام

سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کا کردار آج کی عورت کیلئے مشعل راہ ہے

اللہ نے اہل بیت اطہار کو سراپا طہارت بنایا ہے

خصوصی خطاب: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

مرتبہ: نازیہ عبدالستار

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًاo (الأحزاب، ۳۳:۳۳)

بس اللہ یہی چاہتا ہے کہ اے (رسول ﷺ کے) اہلِ بیت! تم سے ہر قسم کے گناہ کا مَیل (اور شک و نقص کی گرد تک) دُور کر دے اور تمہیں (کامل) طہارت سے نواز کر بالکل پاک صاف کر دےo

اللہ تعالی کا ارادہ تو فقط یہ ہے کہ وہ اہل بیت کی اس درجے کی طہارت کرے کہ وہ سراسر پیکر طہارت بن جائیں۔ حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں:

پھر واقعہ کربلا کی راوی آقا علیہ السلام سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ بھی ہیں۔

عبداللہ بن نجیؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت حسین علیہ السلام حضرت مولیٰ علی شیر خداؑ کے قافلے میں تھے، جب جنگ صفین ہوئی جب کربلا کے قریب سے گزرے تو حضرت مولیٰ علی شیر خداؑ کھڑے ہو گئے اور فرمایا: اے میرے بیٹے حسینؑ اس فرات کے کنارے صبر کرنا تو حضرت نجیؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے پوچھا: اے علیؑ یہ کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: کہ ایک دن میں حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں گیا، آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ میں نے عرض کیا آقا ﷺ کیا ماجرا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ابھی میرے پاس سے جبریل امین اٹھ کے گئے ہیں، مجھ سے بیان کر رہے تھے کہ دریائے فرات کے کنارے حضرت حسین علیہ السلام شہید کئے جائیں گے۔ تو میں نے کہا کہ جبریل کیا ممکن ہے کہ میرا بیٹا حسین علیہ السلام جہاں شہید ہوگا اس سرزمین کی مٹی مجھے دے دو تاکہ میں اسے سونگھ لوں۔

حضرت ام سلمہؓ روایت کرتی ہیں کہ حضرت جبریل امین آقا علیہ السلام کے پاس موجود تھے اور اس وقت امام حسینؑ بھی موجود تھے، اُس وقت بہت چھوٹے شہزادے تھے آقا علیہ السلام کے گود میں کھیل رہے تھے۔ جبریل امین نے پوچھا: آقا ﷺ کیا حسین علیہ السلام سے آپ بہت محبت کرتے ہیں؟ آقا علیہ السلام نے فرمایا: ہاں جبریل مجھے حسین علیہ السلام سے بڑی محبت ہے۔ فرمایا آپ ﷺ کی امت کا ایک گروہ ان کو شہید کر دے گا۔ اگر آپ چاہیں تو میں اُس زمین کی مٹی بھی لا کر آپ کو دیکھا دوں جس میں یہ شہید کئے جائیں گے تو آقا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ انہوں نے مجھے وہ مٹی لا کر دکھائی۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے وہ مٹی لا کر دی۔

حضرت ام سلمہؓ یہ روایت کرتی ہیں کہ آقا علیہ السلام نے وہ مٹی مجھے دے دی تھی اور میں نے سنبھال کر رکھ دی تھی اور فرمایا تھا: جس دن یہ مٹی خون میں بدل جائے ام سلمہؓ سمجھنا میرا بیٹا حسینؑ شہید ہوگیا۔ تو آپ نے دیکھا وہ مٹی خون میں بدل گئی تھی۔

(جامع ترمذی کی حدیث، حدیث نمبر ۳۷۷۱)

حضور نبی اکرم ﷺ کا اونٹوں کے نقش و نگار کی کملی پہن کر بیٹھ جانا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ میری اہل بیت صبر کرنا ایک وقت آئے گا کہ یہ میرا حسینؓ و میری اہل بیت کے شہزادے اور شہزادیاں اونٹوں کے کجاوں پر بٹھائے جائیں گے، کٹے سر، پریشان حال ہوں گے، اونٹوں کے کجاوں پر ان کی سواریاں دمشق کے بازاروں سے گزاری جائیں گی۔ آقا علیہ السلام خاموش زبان سے اپنے لباس اور عمل کے ذریعے کربلا سے دمشق کا سفر بیان فرما رہے ہیں اور اس وقت یہ فرما رہے تھے کہ یہ میری اہل بیت ہے اے اللہ! تو ان کی حفاظت کرنا۔

(صحیح مسلم، ۴:۱۳۴۹)

ایک روایت میں حضرت ابن ابی نُعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اُنہوں نے فرمایا: کسی نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حالت احرام کے متعلق دریافت کیا۔ امام شعبیؒ فرماتے ہیں: میرے خیال میں احرام باندھنے والے نے مکھی مارنے کے بارے میں پوچھا تھا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اہل عراق مجھ سے مکھی مارنے کا حکم پوچھتے ہیں حالانکہ تم نے رسول اللہ ﷺ کے نواسے (امام حسین رضی اللہ عنہ) کو شہید کر دیا تھا اور حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: وہ دونوں (حسن اور حسین رضی اللہ عنہما) ہی تو میرے گلشنِ دُنیا کے دو پھول ہیں۔

(اخرجه البخاري في الصحيح، كتاب المناقب، باب مناقب الحسن والحسين، ۳/۱۳۷۱، الرقم: ۳۵۴۳)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا اہل بیت سے آپ ﷺ کو کون زیادہ محبوب ہے؟ آپ نے فرمایا حسنؓ اور حسینؓ۔ حضور نبی اکرم ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کرتے میرے دونوں بیٹوں کو میرے پاس بلاؤ، پھر آپ ﷺ ان کو سونگھتے اور اپنے ساتھ لگاتے۔

ایک مرتبہ ایک صحابی آقا علیہ السلام کی مجلس میں بیٹھے تھے آپ ﷺ پیار سے جھک کر اس صحابی کے قریب منہ کر کے

امام حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو وہ دوزخ میں آگ کے تابوت میں رکھا گیا ہے اور پوری دنیا کے جتنے دوزخی انسان ہیں ان میں سے آدھے دوزخیوں کے عذاب کے برابر عذاب صرف قاتل حسین رضی اللہ عنہ کو مل رہا ہے

آیت پڑھ دی اس سے آپ ﷺ کے دہن مبارک کی ہوا صحابی کے منہ میں چلی گئی اس صحابیؓ کی وفات تک منہ سے خوشبو آیا کرتی تھی اس سے ثابت ہوا کہ صرف ایک بار آقا ﷺ کے منہ کی ہوا صحابیؓ کے منہ میں چلی جائے تو ساری زندگی صحابیؓ کے منہ سے خوشبو نہیں گئی تو حسنین کریمین کے جسموں کا عالم کیا ہوگا جن کے بارے میں آقا علیہ السلام نے فرمایا:

هُمَا رَيْحَانَتَايَ مِنَ الدُّنْيَا.

اس دنیا میں یہی تو میری راحت ہیں اور اگر کوئی انہیں اذیت دے گا تو گویا میری جان کو اذیت دے گا۔

پھر حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت امام حسنؓ اور امام حسینؓ کے لیے ایک معنی رحمت بھی فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَo (الانبیاء، ۱۰۷:۲۱)

اور (اے رسولِ محتشم!) ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کرo

اس آیت میں اشارہ یہ تھا کہ سارے جہانوں کے لئے رحمت میں ہوں اور میرے لئے رحمت حسن و حسین رضی اللہ عنہما ہیں۔

لغت کی کتب میں اُس سردار کو سیّد کہتے ہیں جو اپنی قوم کو مشکلات سے نکالے، قوم کے مصائب و آلام دور کرے، قوم کی مدد کرے، آقا علیہ السلام نے سیدنا امام حسن مجتبیٰؓ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: میرا یہ بیٹا سیّد ہے۔ میری امت کی مشکلات کو حل کرے گا۔

جب مسلمانوں کے دو بڑے گروہ آپس میں ٹکرائیں گے اور امت میں ایک بہت بڑا انتشار ہوگا۔ دونوں طرف مسلمان ہوں گے۔ میرا یہ بیٹا اُن میں صلح کرا دے گا۔ جس سے امت کو وحدت اور یکجہتی ملی گی اس لیے اس کو مسلمانوں کی قوم کا سردار یعنی سیّد قرار دیا۔

جب حضرت مولیٰ علی شیر خداؓ کی شہادت ہوگئی تو حضرت امیر معاویہؓ نے الگ سلطنت بنا لی تھی جبکہ خلافت راشدہ مولیٰ علی شیر خداؓ اور اُن کے بعد چھ ماہ تک سیدنا امام حسن مجتبیٰؓ پر ختم ہوگئی اب امت دو حصوں میں بٹ گئی تھی، ایک حصہ امت کا جس کا دارالحکومت حرمین شریفین تھا اور ایک دار الحکومت دمشق بن چکا تھا۔

حضرت انس بن مالک ﷺ سے روایت ہے حضور نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا اہل بیت سے آپ ﷺ کو کون زیادہ محبوب ہے؟ آپ نے فرمایا حسنؓ اور حسینؓ۔ حضور نبی اکرم ﷺ حضرت فاطمہ ﷺ سے فرمایا کرتے میرے دونوں بیٹوں کو میرے پاس بلاؤ، پھر آپ ﷺ ان کو سونگھتے اور اپنے ساتھ لگاتے

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کہ 'حسنؓ وحسینؓ میرا رزق ہیں' حضرت امام حسنؓ کو رزق اس لیے فرمایا تھا کہ انہوں نے دو گروہوں کو یکجا کر کے امت کو سیاسی وحدت دے کر تاریخی اعتبار سے دین اسلام اور امت محمدی ﷺ کو نفع پہنچایا جبکہ سیدنا امام حسینؓ نے دین اسلام کی مٹتی اقدار کو اپنی قربانی کے ذریعے زندہ کر کے قیامت تک امت کو نفع پہنچایا جن اقدار کو چودہ سو سال بعد بھی امت یاد کرتی ہے اور انہیں بطور نمونہ مشعل راہ اختیار کرتی ہے۔

حضرت امام حسینؓ کو شہادت جیسا عظیم قدم اٹھانے کی ضرورت اس لیے پیش آئی کیونکہ یزید لعین آقا علیہ السلام کے نظام کو کلیتًا برباد کر رہا تھا اور کفر کو رواج دے رہا تھا۔ ایسے حالات میں جو عزیمت کا قدم امام حسین علیہ السلام نے اپنے خانوادے کے ساتھ اٹھایا اور قربانی دی وہ پوری امت مل کر بھی نہ کر سکی۔ سب نے رخصت کی راہ کو اپنایا، خاموشی اختیار کی مگر حسین ﷺ دعوت امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے لیے روانہ ہوئے۔ آقا ﷺ کے دین کو بچایا۔

یہی وجہ ہے کہ آقا علیہ السلام نے امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی نہ صرف خبر دی ہے بلکہ عاشورہ کا پورا دن روحانی طور پر کربلا میں خود گزارا ہے۔ ترمذی شریف کی حدیث ہے حضرت سلمہؓ روایت کرتی ہیں، عاشورہ کا دن تھا کہ میں نے خواب میں حضور علیہ السلام کو دیکھا آپ کے سرِ انور پر اور داڑھی مبارک پر مٹی تھی۔

میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! کیا ہوا؟ آپ کے سرانور پر گرد ہے؟ آقا علیہ السلام نے فرمایا: ام سلمہؓ میں ابھی کربلا سے آ رہا ہوں، شہادت حسینؓ کے وقت میں وہاں موجود تھا۔

حضرت عبداللہ ابن عباس ﷺ راوی ہیں وہ فرماتے ہیں: دوپہر کا وقت تھا میں مکہ معظّمہ میں تھا اور میں نے دوپہر خواب میں دیکھا کہ آقا ﷺ تشریف لائے۔

گرد آلود چہرہ انور اور سرمبارک تھا۔ آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک شیشی تھی اور اُس میں خون تھا جو آپ نے جمع کر کے رکھا تھا۔ میں نے پوچھا: آقا ﷺ یہ کیا چیز ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ابن عباس ﷺ یہ میرے شہزادے حسین ﷺ اور اس کے اصحاب کا خون شہادت ہے جو آج کربلا میں شہید ہوئے ہیں۔ میں ان کے ایک ایک قطرے کو شیشی میں سمیٹتا رہا ہوں۔

عاشور کے دن آقا ﷺ میدان کربلا میں تھے۔ حدیث صحیح کے مطابق شہداء کربلائے معلّیٰ کے خون کا قطرہ قطرہ جمع کر رہے تھے۔ بعضوں کے ذہنوں میں یہ خیال آسکتا ہے کہ وہ ۷۲ شہدا تھے ان کا خون ایک شیشی میں کیسے جمع کرلیا؟ تو یہ نادانی ہوگی۔ آقا ﷺ تو ۱۵۰۰ صحابہ کے لیے غسل اور وضو کا پانی ایک

لوٹے میں جمع فرما دیتے تھے۔ اور ۲۷ صحابہ کے لئے دودھ ایک پیالے میں جمع فرما دیتے تھے۔ یہ آقا ﷺ کے معجزات میں سے ہیں وہ چاہیں تو لاکھ آدمی کا خون ایک شیشی میں جمع فرمالیں۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں: کہ اللہ تعالیٰ نے آقا علیہ السلام کے قلب اطہر پر ایک وحی بھیجی۔ فرمایا: کہ میں نے زکریا علیہ السلام کے صاحبزادے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو جب شہید کیا گیا تو اس کا بدلہ ستر ہزار جانوں سے لیا اور آپ کے شہزادے حسین علیہ السلام کا بدلہ میں ایک لاکھ چالیس انسانوں کے ذریعے لوں گا۔

جب امام عالی مقام شہید ہو گئے تو عبداللہ بن زیاد براہ راست اس شہادت میں ملوث تھا۔ عمارہ بن عمیر سے امام ترمذی روایت کرتے ہیں: جب بنو عباس کی حکومت قائم ہوئی تو انہوں نے بنو امیہ سے شہادت امام حسینؓ کا بدلہ لیا۔ مختار بن ابی عبیدہ الثقفیؒ نے عبیداللہ بن زیاد کو قتل کرنے اور اس کی فوج سے جنگ کرنے کے لیے ابراہیم ابن عشتر النخعی کو بھیجا۔

چنانچہ ابراہیم بن اشتر النخعی نے جنگ میں اپنے ہاتھوں سے ابن زیاد کو قتل کیا۔ اس کا سر کاٹا گیا اور اس کے لوگوں کے بھی سر کاٹے گئے اور اسی طرح نیزوں پر چڑھائے گئے جس طرح امام حسینؓ اور ان کے اصحاب اہل بیت میں سے ان کے سر انور چڑھائے گئے تھے۔ ابن زیاد کے لشکر کے سر کاٹ کر مسجد میں ڈھیر لگایا گیا۔ جب یزید بدبخت کے پاس امام عالی مقام کا سر انور اور شہدائے کربلا کے سر انور پہنچے تھے تو وہ بھی بدبخت اپنا تخت جامع مسجد اموی میں لگا کر بیٹھا تھا۔

اللہ نے قاتلین حسینؓ سے بدلہ اس طرح سے لیا کہ جب سروں کا ڈھیر لگایا گیا تو اسی دوران اچانک ایک آواز بلند ہوئی تمام حاضرین کے سامنے بہت بڑا سانپ آیا اس نے سارے سروں کو سونگھا ایک ایک سر کے پاس گیا عبیداللہ بن زیاد کے سر کو تلاش کر کے اس کے نتھنوں میں گھس گیا، کچھ دیر اندر رہا پھر نکل گیا۔ دو یا تین مرتبہ اس سانپ نے ایسا کیا، اس کو ڈستہ رہا۔ یہ پوری دنیا کے سامنے بدلہ ہوا پھر وہ کٹا ہوا سر ابن زیاد کا مختار ثقفی کے پاس بھیج دیا ابراہیم اشتر نے کہا اس بدبخت کو تو دیکھ لو اور مختار ثقفی نے اس کے سر کو عبداللہ بن زبیر کے پاس بھیج دیا تاکہ سب کو دیکھایا کہ یہ بدبخت لعین ہے، عبداللہ بن زبیر نے وہ کٹا ہوا سر سیدنا امام زین العابدین علی بن الحسین کے پاس مدینہ میں بھیج دیا آپ نے فرمایا: ہم اس کے ساتھ کچھ نہیں کرتے جو اس نے ہمارے ساتھ کیا تھا۔

اس بدبخت کے سر کو واپس مکہ معظمہ لایا گیا اور اس کا سر نصب کر دیا گیا تاکہ لوگ دیکھیں اور پتھر ماریں اور اس کے باقی جسم کو جلا دیا گیا۔ یہ آقا علیہ السلام کا وہ فرمان کہ کس طرح ان بدبختوں سے اللہ بدلہ لے گا۔ امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں کو وہ دوزخ میں آگ کے تابوت میں رکھا گیا ہے اور پوری دنیا کے جتنے دوزخی انسان ہیں ان میں سے آدھے دوزخیوں کے عذاب کے برابر عذاب صرف قاتل حسین علیہ السلام کو مل رہا ہے۔

لہٰذا حضور علیہ السلام کے اصحاب، اہل بیت اطہار سب کے ساتھ محبت، تکریم واجب ہے بلکہ ایمان کا حصہ ہے۔ دنیا میں انہوں نے جو قربانیاں دیں، تکالیف اٹھائیں اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے جنت ان کو الاٹ کر دی اور ان سے محبت کرنے والے غلاموں کو عطا کر دی۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ ہمیں اپنی زندگی ان کے نقش قدم پر گزارنی چاہیے، اپنی سیرت اور زندگی میں ان جیسا تقویٰ پرہیزگاری، دین سے محبت اور ایثار و قربانی کا جذبہ پیدا کرنا چاہیے، سیدہ زینبؓ اور سیدہ ام کلثومؓ اور سیدہ رقیہؓ کے اسوہ کو اپنے اندر پیدا کرنا چاہئے۔ اپنی عزت وعفت کی حفاظت کرنی چاہئے اور ہر وقت طہارت کو اپنا شعار بنانا چاہئے۔ دین کی عظیم مجاہدات بن کر وہ کردار ادا کرنا چاہئے جو سیدہ حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے ادا کیا کہ اپنے جوان بھائی کی علم بردار بنیں۔

☆☆☆☆☆

60ھ میں جب یزید تخت نشین ہوا تو مدینہ کا والی ولید بن عتبہ بن ابوسفیان تھا اس وقت یزید کی پوری توجہ صرف ان لوگوں پر مرکوز تھی جنھوں نے اس کے والد کے عہد میں بیعت سے انکار کیا تھا۔ لہذا یزید نے والیٔ مدینہ کو خط لکھا کہ

''جب میرا خط تمہیں ملے تو حسینؓ بن علیؓ اور عبداللہ بن زبیر کو طلب کرو اور اُن سے میری بیعت لو۔ اگر وہ منع کریں تو ان کی گردنیں کاٹ دو اور ان کے سر میرے پاس بھیج دو اور عوام الناس سے بیعت لو اور جو بھی منع کرے اس کے ساتھ یہی کرو''۔

ولید نے امام عالی مقامؑ کو یزید کا خط سنایا اور بیعت کی دعوت دی امام نے جواباً فرمایا:

''جہاں تک بیعت کی بات ہے تو مجھ جیسا شخص خفیہ بیعت نہیں کرسکتا''۔

اس بات کو سن کر مروان بن حکم نے ولید کو مشورہ دیا کہ انہیں واپس جانے سے روکو اور ان سے بیعت لو ورنہ قتل کردو۔

یہ سن کر امام حسینؑ نے فرمایا:

''اے امیر ہم بیت نبوت کے اہل ہیں اور رسالت کا معدن ہیں ہم فرودگاہ ملائکہ ہیں اور رحمت کے نزول کا محل ہیں سلسلہ ہدایت کو اللہ نے ہم سے آغاز کیا اور ہم پر ہی اس کا اتمام کیا۔ یزید جو کہ ایک فاسق، شرابی ہے نفس محترم کا قاتل اور علانیہ فسق و فجور کرنے والا ہے۔ مجھ جیسا اس کی بیعت نہیں کرسکتا''۔

ولید سے ملاقات کے کچھ عرصہ بعد امامؑ نے اپنے نانا کے شہر کو چھوڑنے کا قصد فرمایا۔ ایک رات امام حسینؑ قبر رسولﷺ پر زیارت کے لیے تشریف لائے اور نماز و نوافل ادا کرنے کے بعد قبر رسولﷺ سے لپٹ کر اللہ تبارک وتعالیٰ سے مناجات کرنے لگے کہ

''اے جلال و اکرام والے اللہ میں تجھے اس قبر اور صاحب قبر کے حق کا واسطہ دیتا ہوں میرے لیے وہ اختیار فرما جس میں تیری رضا ہو اور تیرے رسول کی رضا ہو''۔

اس کے بعد امام حسینؑ رات کی تاریکی میں اپنی والدہ ماجدہ فاطمہؓ بنت رسولﷺ اور اپنے بھائی امام حسنؑ کی قبر مطہر پر تشریف لائے اور سلام وداع کیا۔

امام حسینؑ مدینہ چھوڑنے کا فیصلہ کرچکے تھے لہذا انہوں نے اپنے خاندان والوں کو اس فیصلے سے آگاہ کیا۔ بنو ہاشم اور اصحاب حسینؑ غم زدہ ہوگئے اور کہنے لگے کہ آج کا دن رسولﷺ خدا اور علیؑ و فاطمہؓ کے انتقال جیسا دن ہے۔

کاروان حسینی رات کی تاریکی میں عام سفر ہوا۔ امامؑ نے فرمایا کہ فی الحال تو میں مکہ جارہا ہوں۔ مکہ پہنچ کر بعد کے مرحلوں کے لیے اللہ سے طلب خیر کروں گا اور دعا فرمائی کہ

''یا بار الہا! میرے لیے امور میں سے بہترین امر کو منتخب فرما''۔

مکہ میں قیام کے دوران امام کو کوفہ سے مسلسل

خطوط موصول ہورہے تھے لیکن امام جواباً سکوت اختیار کئے ہوئے تھے یہاں تک کہ خطوط بارہ ہزار تک پہنچ گئے۔ امام حسین نے اپنے عم زاد مسلم بن عقیل کو بلاکر تمام صورت حال سے آگاہ کیا اور کوفہ کی طرف روانہ کیا۔ مسلم بن عقیل جب کوفہ پہنچے تو اٹھارہ ہزار کے قریب اہل کوفہ نے ان کی بیعت کرلی اس کامیابی کو دیکھتے ہوئے مسلم بن عقیل نے امام کو خط کے ذریعے کوفہ آنے کی دعوت دی لیکن کچھ ہی عرصے کے بعد کوفیوں نے یزید کے خوف سے حضرت مسلم بن عقیلؓ کا ساتھ چھوڑ دیا اور پھر انہیں قید کرکے شہید کردیا گیا۔ اسی طرح ان کے دونوں بیٹوں کو بھی بے دردی سے شہید کیا گیا۔

ادھر مکہ مکرمہ میں امام عالی مقام کو یہ اطلاع ملی کہ یزید کی طرف سے مقرر تیس افراد حاجیوں کے بھیس میں آپ کے قتل کے لیے مکہ پہنچ رہے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یزید نے عمرو بن سعید بن عاص کی سربراہی میں ایک لشکر روانہ کیا ہے اور اسے یہ حکم دیا ہے کہ حسینؑ تمہیں جہاں بھی ملے انہیں قتل کردیا جائے۔ ان اطلاعات کے باعث امام نے آٹھ ذی الحجہ کو حج کا فریضہ ادا کئے بغیر مکہ کو چھوڑنے کا ارادہ کیا تاکہ حرم پاک کی سرزمین ان کے خون سے رنگین نہ ہوجائے۔ دوران سفر ہی حضرت مسلم کی شہادت کی خبر موصول ہوئی۔ سفر کرتے کرتے امام حسین وادیٔ نینوا میں داخل ہوئے یہ وادی کوفہ کے علاقوں میں سے ایک ہے۔ اسی میں کربلا واقع ہے کربلا میں امامؑ کا وورد ۹ محرم کو ہوا۔

محرم کی تین تاریخ کو کو عمر بن سعد اپنے چار ہزار فوجیوں کے ہمراہ کربلا پہنچا اور قاصد کے ذریعے ابن زیاد کا خط امام حسین کو پہنچایا جس میں درج تھا:

''اے حسینؓ مجھے اطلاع مل گئی ہے کہ آپ کربلا پہنچ گئے ہیں اور مجھے امیر یزید نے خط لکھا ہے کہ میں جب تک تمہیں اللہ کے پاس نہ بھیج دوں میں خوراک خوب سے بچتا رہوں گا۔ دوسری صورت میں تم میرے اور یزید بن معاویہ کے حکم کو تسلیم کرو''۔

امام حسینؑ نے خط کو پڑھ کر پھینک دیا اور ارشاد فرمایا کہ میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں اس لیے کہ وہ تو کلمہ عذاب کا مستحق ہے۔

اس جواب کو سن کر ابن زیاد نے امام کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم دے دیا اور اپنے خیموں کو امام حسینؑ کے خیموں کے قریب ہی ایستادہ کیا اور یزید کے حکم پر فرات کو اپنے قبضہ میں کرلیا یوں حسینؑ اور اصحاب حسین پر پانی کی ناکہ بندی کردی گئی جس کی ذمہ داری عمر بن حجاج اور اس کے ساتھ پانچ سو سواروں کو یہ ذمہ داری سونپی گئی اور حکم تھا کہ پانی کا ایک قطرہ بھی حسینی خیمہ گاہ تک نہ پہنچ پائے۔

9 محرم کو کربلا میں حسین اور اصحاب حسین کو ہر طرف سے گھیر لیا گیا۔ امام حسینؓ نے ابوالفضل العباس کو لشکر یزیدی کی طرف یہ پیغام دے کر بھیجا کہ ان لوگوں سے کہو کہ اگر ممکن ہو تو کل تک جنگ کو موخر کردیں اور ہمیں ایک رات کی مہلت دی جائے۔ یہ مہلت امام حسینؑ نے اس لیے مانگی تھی تاکہ اس عبادت کریں اور اللہ سے مدد مانگیں۔

لہذا عمر سعد نے ایک قاصد کے ذریعے کہلوایا کہ ہم نے تمہیں کل تک کی مہلت دی اگر تم مان گئے تو ہم تمہیں ابن زیاد کے پاس لے جائیں گے اور اگر انکار کیا تو تمہیں نہیں چھوڑیں گے۔ نو محرم کی شب کو امام حسین نے اپنے اہل خاندان اور ساتھیوں کو بلاکر اللہ سے دعا طلب فرمائی:

''یا بارالہا! میں تیرا سپاس گزار ہوں کہ تو نے ہمارے خاندان کو نبوت سے سرفراز کیا اور ہمیں علم قرآن سے نوازا اور دین کے فہم سے مالا مال کیا۔ پس ہمیں تو اپنے شکر گزاروں میں قرار دے پھر ارشاد فرمایا کہ

کل ان دشمنوں سے میری جنگ ہوگی میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ تم سب چلے جاؤ یہ رات تمہارا پردہ ہے بس اسی کو سواری بنالو اور تم میں سے ہر شخص میرے خاندان کے ایک شخص کا ہاتھ تھام لے اور پھر تم اپنے اپنے علاقوں اور شہروں میں پھیل جاؤ یہاں تک کہ اللہ تمہیں سہولتیں فراہم کرے۔ یہ دشمن میری جان کے دشمن ہیں۔ جب مجھے پالیں گے تو دوسروں کی فکر نہیں کریں گے۔

اہل خاندان اور اصحاب نے جواباً عرض کیا کہ سبحان اللہ اگر ہم ایسا کریں گے تو لوگ ہمیں کیا کہیں گے کہ ہم

نے اپنے سردار اور بزرگ کو مصیبت کے وقت چھوڑ دیا۔ خدا کی قسم ہم ایسا نہیں کریں گے بلکہ ہم اپنی جان، مال اور اپنے عزیزوں کو آپ کی راہ میں قربان کریں گے، آپ کے ساتھ مل کر جنگ کریں گے اور آپ جہاں جائیں گے ہم آپ کے ساتھ جائیں گے۔ ہم آپ کے ساتھ رہیں گے۔ آپ کے بعد ہمارے لیے زندگی بدتر ہے۔ امام عالی نے فرمایا کہ تم میں سے جو بھی ہماری نصرت کرے گا اور ہم سے آفتوں کو دور کرے گا وہ کل جنت میں ہمارے ساتھ اور خدا کے غضب سے محفوظ رہے گا۔ میرے جد رسول اللہ نے فرمایا تھا کہ میرا بیٹا حسینؑ یک و تنہا اور پیاسا سرزمین کربلا پر شہید ہوگا اور جو اس کی مدد کرے گا اس نے میری مدد کی اور اس کے بیٹے قائم آل محمد کی مدد کی اور جو اپنی زبان سے ہماری مدد کرے گا وہ حشر میں ہمارے ساتھ اٹھایا جائے گا۔

روایات میں ہے کہ امام حسینؑ اور ان کے ساتھیوں نے وہ رات اس طرح گزاری کہ ان کے خیموں سے تلاوت و اذکار کی آوازیں شہد کی مکھی کی بھنبھناہٹ کی مانند بلند تھیں اور وہ لوگ پوری رات رکوع و سجود اور قیام وقعود میں رہے۔

امام حسینؑ اور اصحاب نے اگلے دن کا آغاز صبح کی نماز سے کیا مورخین کے بقول پانی نہ ہونے کے سبب سب نے تیمّم کیا اور امام کے ساتھ باجماعت نماز ادا کی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد امام نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ اللہ کی تقدیر یہ ہے کہ تم جہاد کرو تو تقویٰ اور صبر کو شعار بناؤ۔

اتنے میں یزید کا لشکر برسر پیکار ہوگیا اور آوازیں آنا شروع ہوگئیں کہ یا جنگ کرو یا ابن زیاد کی بات مان لو۔ امام حسین نے بھی اپنے مختصر سے لشکر کی ترتیب و تنظیم کی اور لشکر کا علم اپنے بھائی ابوالفضل العباس کو عطا فرمایا اور ایک ناقہ پر سوار ہوکر انتہائی بلند اور پُر اثر آواز میں دشمن کی فوج کو انتہائی بلیغ خطبہ فرمایا:

''تم میرے نسب پر غور کرو کہ میں کون ہوں اور پھر اپنے نفسوں پر نگاہ ڈالو اور انہیں سرزنش کرو اور پھر غور کرو کہ میرا قتل اور ہتکِ حرمت کیا تمہارے لیے درست ہے؟ کیا میں تمہارے نبی کی بیٹی کا بیٹا اور نبی کے وصی کا فرزند نہیں ہوں۔ کیا حمزہ سیدالشہدا میرے چچا نہیں ہیں؟ کیا جنت میں دو پروں سے پرواز کرنے والے جعفر میرے چچا نہیں ہیں۔ کیا تم تک رسول اللہ ﷺ کا یہ قول میرے اور میرے بھائی کے بارے میں نہیں پہنچا کہ یہ دونوں جوانان جنت کے سردار ہیں؟ اب اگر تم میری بات کو جھٹلاؤ گے تو ابھی وہ لوگ تم میں موجود ہیں کہ اگر ان سے پوچھو گے تو وہ تمہیں بتلائیں گے۔ پوچھو جابر بن عبداللہ انصاری، ابوسعید خدری، سہل بن سعد ساعدی، زید بن ارقم اور انس بن مالک سے وہ تمہیں بتلائیں گے کہ انہوں نے میرے اور میرے بھائی کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا یہ بیان سنا ہے۔ کیا یہ قول رسول تمہیں میری خوں ریزی سے روکنے کے لیے کافی نہیں ہے''۔

امام حسینؑ کا یہ خطبہ اتنا پرتاثیر تھا کہ دشمن کو محسوس ہوا کہ کہیں ان کی فوجوں میں انتشار نہ برپا ہوجائے لہذا فوج کے سرداروں نے شور مچا کر خلل پیدا کرنے کی کوشش کی اور ابن سعد نے یہ خطرہ محسوس کیا کہ امام حسینؑ کے اس خطاب سے لشکر میں بغاوت ہوسکتی ہے۔ امام نے خطبہ کے بعد سوال کیا کہ عمر ابن سعد کہاں ہے؟ اسے بلاؤ پسر سعد نہ چاہتے ہوئے بھی امام کے سامنے آیا۔ آپ نے اس سے پوچھا کیا تم مجھے قتل کرو گے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارا سر کوفہ میں نیزے پر نصب کیا جائے گا اور لڑکے اس پر سنگ زنی کریں گے۔ ابن سعد یہ سن کر آگ بگولا ہوگیا اور مڑ کر اپنی فوج سے مخاطب ہوا کہ کس بات کا انتظار ہے سب مل کر حملہ کرو۔ یہ لوگ ایک لقمہ سے زیادہ نہیں ہیں اور ابن سعد نے کمان میں تیر رکھ کر لشکر حسین کی طرف پھینکا اور کہا کہ تم لوگ گواہی دینا کہ حسین کی طرف پہلا تیر میں نے پھینکا تھا۔

دونوں طرف جنگ شروع ہوگئی اصحاب حسین ایک ایک کرکے میدان میں کام آئے بالآخر امام کے رشتہ دار اور بیٹے بھی شہید کردیئے گئے۔ اب بچوں، عورتوں اور بیمار بیٹے سجادؑ کے علاوہ کوئی نہ بچا تو آپ نے استغاثہ کی آواز بلند کی کہ ''ہے کوئی جو رسول اللہ کے اہل حرم سے دشمنوں کو

دفع کرے ہے کوئی اللہ کا ماننے والا جو ہمارے استغاثہ پر لبیک کہے جو اللہ کی رضا کا طالب ہو'۔

اس کے بعد آپ نے اپنے دائیں بائیں نگاہ دوڑائی جب کسی کو نہ پایا تو آسمان کی طرف سر بلند کر کے عرض کی:

یا بارِ الہٰا! جو تیرے نبی کے بیٹے کے ساتھ ہورہا ہے وہ تو دیکھ رہا ہے۔

حضرت امام حسینؑ کا یہ استغاثہ اگرچہ کربلا کے میدان میں بلند ہوا لیکن وارثِ رسولﷺ کی آواز پوری کائنات میں گونجی کائنات کے سارے عوالم سے لبیک کی صدائیں بلند ہوئیں لیکن آپ نے نصرت قبول کرنے پر شہادت کو ترجیح دی۔

عاشور کا سورج زوال پذیر ہو چکا تھا۔ سید الشہداء نے ہزارہا خونخوار سپاہیوں کی خون آشام تلواروں کا مقابلہ کیا اور لشکر یزید میں کشتوں کے پُشتے لگا دیئے۔ فوج یزید نے تنہا امام کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ چار ہزار تیر اندازوں نے آپ پر تیروں کی بارش کر دی۔ ایک سو اسی نیزہ برداروں نے مل کر حملہ کیا۔ امام عالی کے جسم اطہر میں تیر اس طرح پیوست تھے جیسے ساہی کے جسم میں کانٹے سر سے پاؤں تک زخمی ہونے کی وجہ سے اتنا خون بہہ چکا تھا کہ آپ پر ضعف طاری ہو گیا اور امام اپنے اسپ وفادار پر نہ ٹھہر سکے امام جب زین سے زمین پر آئے تو آسمان کی طرف دیکھ کر پروردگار سے عرض کرتے ہیں:

''پروردگار میں تیرے فیصلے اور امتحان پر صابر ہوں تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں، بار الہٰا میں نے اپنا وعدہ پورا کیا اب تو اپنا وعدہ پورا فرما بارگاہ الٰہی سے آواز آئی:

یا ایتھا النفس المطمئنہ ارجعی الی راضیة مرضیه.

امام نے سجدہ الٰہی میں سر جھکا دیا شمر نے اپنی تلوار کی بارہ ضربوں سے آپ کا سر اقدس قلم کر کے نیزے پر بلند کر دیا۔ ایسے میں سیاہ و سرخ آندھیاں چلنے لگیں۔ چاروں طرف سے قد قتل الحسین بکربلا ذبح الحسین بکربلا کی آوازیں بلند ہو گئیں۔ خیموں سے بیبیوں اور بچوں کے رونے کی دلخراش صدائیں بلند ہوئیں۔

طبری کے مطابق لوگوں نے ابن سعد کے حکم پر خیام اہل بیت میں گھس کر لوٹ مار شروع کر دی یہاں تک کہ خواتین اہل بیت رسولﷺ کی چادریں بھی لوٹ لی گئیں۔ خیام اہل بیت میں آگ لگا دی گئی۔ ابن سعد کے حکم پر امام عالی مقام کی لاش کو گھوڑوں سے پامال کیا گیا۔ خانوادہ رسول کی مخدرات عصمت کو بچوں کے ساتھ قیدی بنالیا گیا۔ حسینی قافلے میں واحد ایک مرد بچا جو کہ امام عالی مقام کا بیمار فرزند زین العابدین تھے انہیں بھی بھاری طوق اور بیڑیاں پہنائی گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شام الم میں زینب مضطر تجھے سلام
شعلوں کے درمیاں تیرا لشکر تجھے سلام
کس کس کا پُرسہ دیں تجھے جلتے خیام میں
اک دو پہر میں لٹ گیا سب گھر تجھے سلام
شیر خدا کی لاڈلی عباس کی بہن
چھینی گئی ردائیں کھلا سر تجھے سلام
گھوڑوں نے روند ڈالا ہے لاشہ حسینؑ کا
اے دشتِ کربلا کے مسافر تجھے سلام
جلتی زمیں پہ سجدۂ آخر ادا کیا
نیزے پہ ہے بلند تیرا سر تجھے سلام
ہے بے ردا بہن، نہ کفن تجھ کو دے سکی
اے زینبِ حزیں کے برادر تجھے سلام
یوں عالم غریبی میں صحرا کی ریت پر
اے بے کفن، اے لاشئہ بے سر تجھے سلام

کتب استفادہ:

۱۔ تاریخ التواریخ ۲۔ بحار الانورا
۳۔ روضۃ الشہدا ۴۔ لہوف مترجم
۵۔ مقتل خوارزمی ۶۔ تاریخ طبری
۷۔ تاریخ کامل ابن اثیر ۸۔ طبقات ابن سعد
۹۔ مناقب خوارزمی ۱۰۔ تاریخ یعقوبی

☆☆☆☆☆

درنوائے زندگی سوز از حسینؑ ۔۔۔ اہلِ حق حریت آموز از حسینؑ !

حضرت اِمام حسین علیہ السلام عبادت سخاوت اور اخلاق کا پیکر تھے

آپؑ میں سخاوت اور شجاعت کی صفات کو بچپن میں نمایاں پایا گیا

ڈاکٹر شفاقت علی البغدادی الازہری

بلاشک وشبہ تاریخ بشر مختلف واقعات و سانحات کو اپنے وسیع دامن میں سموئے ہوئے ہے کچھ واقعات خیر و اچھائی کی ترجمانی و نمائندگی کرتے نظر آتے ہیں کچھ شر اور برائی کی المناک اور عبرت ناک تصویر نظر آتے ہیں۔بعض سانحات و حوادث بے صبری اور کمزور کردار کی مثال نظر آتے ہیں ۔بعض احداث و واقعات صبر واستقامت کی فقید المثال ضرب المثل بن کر معاشرے میں ہر خاص و عام کی زبان زد عام ہو کر شہرت عامہ حاصل کر چکے ہوتے ہیں الغرض ہر دو طرف تاریخ عالم کا ورق ورق انسان کے لئے عبرتوں اور اسباق حاصل کرنے کا ایک مرقع اور جامع نمونہ ہیں۔

بالخصوص شہادت امام حسین استقامت اور عزیمت کا وہ عظیم الشان واقعہ ہے جو تا قیامِ قیامت ہر شعبہ زندگی کے لئے صبر و استقامت کی خوبصورت اور سبق آموز مثال ہے بلکہ انسانی تاریخ میں یہ استقامت و عزیمت کا استعارہ کا درجہ حاصل کر چکا ہے جس سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا ۔ واقعہ میدانِ کربلا ایسا تاریخ کا المناک موڑ ہے جس میں نواسہ رسول مصطفیٰ ﷺ جنتی نوجوانوں کے سردار ، خاتون جنت، صدیقہ، طاہرہ حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کے لعل ،زمین و آسمان کے نور والی ہستی اور سید الاصفیاء امیر المؤمنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہما السلام کے لخت جگر حضرت امام حسینؑ کی مظلومانہ شہادت ہوئی جو نہ صرف ایک درد ناک و المناک سانحہ ہے بلکہ اس نے ہر ذی روح کی آنکھ کو نمناک کر دیا ہے۔ یہ بھی کہنا بعید از قیاس نہیں ہے کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو وجود بخشا ہے ہست و بود میں یہ تمام رونقیں اور رعنائیاں پیدا فرمائیں ہیں اور ذی ارواح کو حیات کی نعمت بخشی ہے اس وقت سے لے کر آج تک کوئی واقعہ کربلا جیسا تاریخ انسانی نے نہیں دیکھا اور شاید ہی قیامت تک کوئی ایسا واقعہ رونما ہو کہ جس پر خود تاریخ کو بھی رونا آ گیا ہو۔

الغرض حضرت امام حسین بن علی بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم ابو عبد اللہ القریشی الہاشمی کی شہادت ایسا درد ناک اور اندوہ ناک واقعہ ہے کہ جس پر انسانوں کی سنگ دل تاریخ بھی ہچکیاں مار کر روتی رہی ہے۔ اس میں ایک طرف ظلم و ستم،بے وفائی اور محسن کشی و نسل کشی کے ایسے دردناک والم ناک رویے نظر آتے ہیں کہ جن کا تصور کرنا بھی آج ہم جیسے لوگوں کے لئے ناممکن ہے۔ جبکہ دوسری طرف اہل بیت اطہار ،نبی اکرم ﷺ کے چشم و چراغ استقامت و عزیمت ،صبرا ور اعلیٰ ہمتی کے پہاڑ بن کر بہتر 72 ساتھیوں کی ایک چھوٹی سی جماعت کی صورت میں یزیدی باطل طاقت کے مقابلہ کے لئے ثابت قدمی اور جان نثاری جیسے ایسے محیر العقول مظاہر کو جامہ حقیقت سے نواز رہے تھے کہ جن کی نظیر تمام عالم انسانیت کی طویل تاریخ میں نہ صرف ڈھونڈنا مشکل ہے بلکہ ناممکن بھی ہے۔

عزیمت و رخصت کی شرعی اور قانونی حیثیت اپنی جگہ مسلم ہے مختلف احوال و تقاضوں کے مطابق شریعتِ مطہرہ میں دو راستے بتائے جاتے ہیں دونوں راستے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے تجویز کردہ ہیں۔ ایک راہ کو راہِ رخصت کہا جاتا ہے اور دوسرے کو راہِ عزیمت و استقامت کے معروف نام سے جانا جاتا ہے۔اگر حالات ساز گار ہوں، طاقت وقوت مجتمع ہو، جبر وظلم اور کفر کی طاقتوں کا صفایا آسانی سے کیا جا سکتا ہو تو ان حالات میں ہر چھوٹے بڑے اور ہر کلمہ گو پر اس ظلم کے خلاف میدانِ کارزار میں نکل آنا فرض اور واجب ہوتا ہے۔

لیکن اگر حالات ساز گار نہ ہوں ، اسلحہ وعسکری قوت ساتھ نہ ہو باطل زیادہ مضبوط، زیادہ منظم اور قوی تر ہو تو ایسے حالات میں شریعت نے امتِ مسلمہ کو دو راستے عطا کر دیے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ رخصت پر عمل کرے اور گوشہ نشین ہو جائے۔ چپکے سے لعنت ملامت کرے اور دل سے بُرا جانے۔ لیکن مسلح تصادم اور کشمکش کے لیے میدان میں نہ آئے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ رَای مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْهُ بِیَدِهٖ، فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ، فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ، وَذَالِكَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ.

تم میں سے جو کسی برائی کو دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ (یعنی عملی جدوجہد) سے روکنے کی کوشش کرے اور اگر ایسا نہ کر سکے تو اپنی زبان سے (تنقید و مذمت کے ذریعے) روکے اور اگر اپنی زبان سے بھی روکنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو (کم از کم اس برائی کو) اپنے دل سے برا جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔

ہر دور میں ہر طرف لوگوں کی اکثریت رخصت پر عمل کرتی نظر آتی ہے اور راہِ رخصت پر عمل کرنا نہ ناجائز ہے، نہ حرام ہے اور نہ ہی اللہ کی ناراضگی کا سبب ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ہر اضطراری حالات میں رخصت کی اجازت دے رکھی ہے۔جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْهِ.

(البقرہ،۲:۱۷۳)

پھر جو شخص سخت مجبور ہو جائے نہ تو نافرمانی کرنے والا ہو اور نہ حد سے بڑھنے والا تو اس پر (زندگی بچانے کی حد تک کھا لینے میں) کوئی گناہ نہیں۔

اب اگر سب کے سب انسان بلا استثناء ایسے حالات میں رخصت پر ہی عمل کرنا شروع کر دیں تو پھر ظلم اور کفر کی طاغوتی طاقتیں بڑھتی چلی جائیں گی اور ان کو روکنا ناممکن ہو جائے گا اس لیے شریعت میں باجود رخصت کی موجودگی کے کچھ لوگ اللہ کے دین کی سر بلندی اور احیاء کیے لئے راہِ عزیمت پر ہی چل نکلتے ہیں۔ وہ حالات کی سازگاری اور ناسازگاری کو نہیں ڈرتے ۔ مد مقابل فوج اور لشکر کی بھاری اکثریت انہیں متزلزل نہیں کرتی، وہ کشمکش میں ناکامی اور کامیابی پر توجہ نہیں دیتے بلکہ ان کی توجہ صرف اور صرف اس امر پر مرکوز ہوتی ہے کہ وہ اپنے تن من کو دینِ خداوندی کی سر بلندی کے لیے کیسے قربان کریں۔راہِ عزیمت پر چلتے ہوئے اپنی جان پر کھیل جاتے ہیں۔ وہ اپنی شان اور مقام کی مناسبت سے اس اقدام کو فرض سمجھتے ہیں۔

وہ لوگ جنہوں نے حضرت امامِ حسینؓ کے مقام کو ظاہری حالات کی ناسازی کی بنا پر معاذاللہ خروج اور بغاوت کا الزام دیا۔وہ نہ تو دین کی روح سے واقف ہیں نہ شریعتِ اسلامیہ کے احیاء کے تقاضوں سے ۔وہ تو یہ بھی نہیں جانتے کہ دین کی مٹتی ہوئی قدروں کی نشاۃِ ثانیہ کے لیے کیوں کر جان قربان کر دی جاتی ہے اور شاید وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ اس وقت یزید کا مسندِ خلافت پر بیٹھنا اسلام کی تاریخ کو کس رخ پر ڈال رہا تھا۔ اگر امامِ حسینؓ میدانِ کارزار میں علمِ حق بلند کرنے کے لیے نہ نکلتے اور یہ 72 تن بھی اپنے خون کا نذرانہ نہ دیتے تو آج اسلام کی جو متاع جمہوری قدروں کی آزادی ، اظہارِ جاہ وحشمت اور نفاذِ شریعت کی مسلسل جد و جہد کی صورت میں نظر آ رہی ہے اس کا کہیں بھی وجود نہ ہوتا۔ اسلام کی پوری

تاریخ اور امتِ مصطفیٰ ﷺ حسین ابنِ علیؓ کے خون کے قطرات اور خانوادہ رسول ﷺ کی اس عظیم قربانی کی مرہون ِ منت ہے۔جس نے راہِ رخصت کو چھوڑ کر راہِ عزیمت کو اپنایا اور اپنا سب کچھ قربان کر دیا مگر اس زمانے کی تاریکیوں اور اندھیروں کو ایسے اجالوں میں بدل گیا جس نے چودہ سو سال سے انسانیت کی راہیں روشن کر رکھی ہیں۔

بہت سے لوگوں نے یزید کی تائید بھی کی، بہت سوں نے مصلحت، رخصت اور خاموشی کا راستہ بھی اختیار کیا مگر امام حسین علیہ السلام نے عزیمت کا راستہ اختیار کیا۔ رخصت کا راستہ جائز تھا مگر عزیمت کا راستہ افضل تھا۔ جائز پر گناہ نہیں مگر فضیلت بھی نہیں جبکہ عزیمت میں فضیلت ہے پس امام حسین علیہ السلام جائز کرنے والوں میں سے نہیں بلکہ افضل کرنے والوں میں سے ہیں اس عمل سے آپ علیہ السلام ساری فضیلتیں سمیٹ کر لے گئے۔

قرآن مجید نے بھی اضطرار کی حالت میں رخصت اور خاموشی کی اجازت دی ہے:

گویا اضطرار کی حالت میں اجازت و رخصت ہوتی ہے مگر امام حسینؓ صاحبِ اجازت نہیں بلکہ صاحبِ فضیلت ہوئے۔ اجازت کا طریق بہت سوں نے اپنایا مگر فضیلت کا طریق امام حسینؓ کے حصے میں آیا۔ یہ راہِ عزیمت تھی جو امام حسینؓ نے اپنائی۔ یہی وجہ ہے کہ بڑی بڑی ہستیاں جنہوں نے اس معاملہ پر راہِ رخصت کو اپنایا، آج ان کی شہادتوں اور تاریخوں کا بھی علم نہیں۔ ان کے مراتب اپنی اپنی جگہ بلند ہیں مگر امام عالی مقام علیہ السلام کی شہادت اس انفرادیت کی بناء پر اتنی معروف ہے جتنی سیرتِ محمدی معروف ہے۔ اس لیے کہ امام حسینؓ کی شہادت دراصل سیرت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک باب ہے جس کا ذکر قیامت تک نہیں مٹ سکتا۔

دبستان عزیمت کی ایک مختصر تاریخ:

راہ عزیمت کی داستان انبیاء علیہم السلام سے امت محمدیہ تک اگر لکھی جائے تو شاید اوراق کم پڑ جائیں کیونکہ جذبہ اوالوالعزمی و ثبات قدمی ایک ایسا جوہر ہے جس سے سرشار ہو کر انسانیت بقا و دوام حاصل کر لیتا ہے، تاریخ اسے قیمتی اثاثہ تصور کر کے اپنے سینے میں محفوظ کر لیتی ہے اور جریدہ عالم پر اس کی عظمتوں اور شوکتوں کے انمٹ نقوش ثبت ہو جاتے ہیں۔ اس کا دلدادہ کبھی آزرکدہ گمراہی میں دستِ خلیلؑ بن کر جلوہ گر ہوتا ہے تو کبھی ضرب کلیمؑ بن کر جلوہ گر ہوتا ہے تو کبھی ضرب کلیمؑ بن کر فرعون کے طلسم ساحری کو توڑتا نظر آتا ہے۔ کبھی وہ بلالؓ وصہیبؓ، سمیہؓ وامّ عمارہؓ اورآل یاسر کی صورت میں کفار مکہ کے آسمان صفت مظالم کا کوہِ عزیمت کی طرح مقابلہ کرتا دکھائی دیتا ہے اور کبھی نواسہ رسول ﷺ حسین بن علیؓ کی شکل میں یزیدی فتنے کے خاتمے اور قلع قمع کرنے کے لئے معرکہ کرب وبلا میں جان عزیز کی بازی لگا کر ایثار وقربانی اور عزیمت و دعوت کی ایسی روایت قائم کرتا ہے کہ بعد کی نسل اسے اپنی آنکھوں کا سرمہ او رمشعلِ راہ بنانے میں فخر محسوس کرتی ہے اور اس متاعِ ناخرید کی ایسی جوہری کسی نایاب ہیرے کی بھی نہیں کرتا حتیٰ کہ وہی ایک دن اسی راہِ عزیمت پر چل کر منزلیں طے کر کے آنے والوں کے لئے روشن نمونہ چھوڑ جاتی ہے۔امام اعظم ابوحنیفہ ہوں یا امام مالک، امام شافعی ہوں یا امام احمد بن حنبل یا برصغیر میں مجدد الف ثانی سید احمد سرہندیؒ اور دورِ حاضر کی نابغہ روزگار شخصیت شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری یہ سب کے سب اسی مکتب عزیمت و دعوت اور دبستان ایثار قربانی کے خوشہ چیں، پر وردہ اور تربیت یافتہ ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُم مَّن قَضَى نَحْبَهُ وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا(الاحزاب،۳۳: ۲۳)

مومنوں میں سے (بہت سے) مَردوں نے وہ بات سچ کر دکھائی جس پر انہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا، پس ان میں سے کوئی (تو شہادت پا کر) اپنی نذر پوری کر چکا ہے

اور ان میں سے کوئی (اپنی باری کا) انتظار کر رہا ہے، مگر انہوں نے (اپنے عہد میں) ذرا بھی تبدیلی نہیں کی۔

ان تمام ائمہ اہل بیت میں سے ایک حضورﷺ کی آل کی شمع اور تمام تعلقات سے فارغ اپنے زمانے اور وقت کے سردار ابوعبد اللہ الحسین بن علی بن ابی طالب ہیں اور آپ محققین اولیاء اللہ میں سے ہیں اور اہل صفاء کا قبلہ اور کربلا کے قتیل ہیں اور اہل طریقت یعنی صوفیاء کرام و اولیاء اللہ کے حال کی درستگی پر متفق ہیں کہ جب تک حق ظاہر رہا آپ حق کی اتباع کرتے رہے اور جب حق پوشیدہ ہوا آپ نے تلوار کو اٹھا لیا حتی کہ جب تک اپنی عزیز جان کو اللہ تعالیٰ پر قربان نہ کیا آرام نہ کیا اور حضور علیہ السلام کے بہت سے نشان آپ میں موجود تھے جو آپ کی ذات اقدس کے ساتھ مخصوص تھے۔

راہ عزیمت و استقامت کے محرکات:

ذیل میں حضرت امامِ حسینؓ کے راہ عزیمت پر چلنے کے حوالے چند نمایاں محرکات واسباب اور اثرات بیان کیے جاتے ہیں جن کی بنا پر آپ نے اتنا عظیم قدم اٹھایا۔

۱۔ گھرانہ فاطمہ الزہرا کی تربیت:

حضرت امامِ حسینؓ نے یہ اقدام اور پیش قدمی اس لیے کی تھی کہ آپ کے رگ و ریشے میں علی ابنِ ابی طالبؓ کا خون گردش کر رہا تھا اور آپ نے سیدہ فاطمۃ الزہرہؓ کی گود میں پرورش پائی تھی۔ محبوبِ خداﷺ کے مبارک کاندھوں پر سواری کی تھی اور حضورﷺ کی زبان مبارک کو چوسا تھا۔ اور آپؓ خانوادہ نبوت کے چشم و چراغ تھے اسی لیے راہِ عزیمت و استقامت پر اس دور میں عمل کرنا آپ ہی کے شایان شان تھا۔

۲۔ راہ عزیمت اور لعاب دہنِ مصطفیﷺ کا اثر:

حضرت امام حسینؓ نے عزیمت کی راہ کو اختیار فرمایا کیونکہ آپ کو گھٹی میں لعاب دہن مصطفیﷺ میسر آیا جس کی یہ تاثیر تھی کہ آپ نے اپنے نانا کے دین کو اپنے خون جگر سے اور اہل بیت اطہار کے پاک لہو سے جلا بخشی، جیسا کہ روایات میں آیا ہے کہ حضور نبی کریمﷺ نے حضرت امام حسینؓ کو گھٹی دی اور ان کے منہ میں لعاب دہن ڈالا اور ان کے لیے دعا کی اور آپ کا نام حسینؓ رکھا اس سے پہلے آپ کے والد حضرت علی المرتضیٰؓ نے آپ کا نام حرب رکھا تھا۔ جعفر بیان کرتے ہیں نبی کریمﷺ نے ساتویں روز ان کا نام رکھا اور ان کا عقیقہ کیا۔

۳۔ راہ عزیمت اور آقاﷺ سے ظاہری و باطنی مشابہت:

اسی طرح آپ نے راہ عزیمت کو اس لیے اختیار کیا کہ آپ حضور نبی اکرمﷺ سے ظاہری اور باطنی دونوں حوالوں سے مشابہت رکھتے تھے۔ آپ کی اس فیوضات محمدیہ کے اثرات اور تربیت کے نتائج یہ تھے کہ آپ نے راہ عزیمت کو اختیار فرمایا۔ جیسا کہ رسول اللہﷺ سے مشابہت کے بارے میں حضرت علیؓ سے مروی ہے:

عن علي، قال: الحسن أشبه برسول الله صلى الله عليه وسلم ما بين الصدر إلى الرأس , والحسين أشبه بالنبي صلى الله عليه وسلم ما كان أسفل من ذلك (رواه ترمذی

علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حسن رضی اللہ عنہ سینہ سے سر تک کے حصہ میں رسول اللہﷺ سے سب سے زیادہ مشابہ تھے، اور حسینؓ اس حصہ میں جو اس سے نیچے کا ہے سب سے زیادہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ تھے۔

۴۔ راہ عزیمت اور صحبت نبویﷺ کا اثر:

حضرت امام حسینؓ نے حضور نبی اکرمﷺ کی زندگی کے پانچ سال یا اس کے قریب پائے یعنی آپؓ براہ راست پانچ سال تک صحبت نبویﷺ سے مستفیض ہوئے حضور نبی اکرمﷺ نے آپ سے متعلق فرمایا:

اَلْحُسَيْنُ مِنِّيْ وَاَنَا مِنَ الْحُسَيْن(رواہ ترمذی)

حسینؓ مجھ سے ہے اور میں حسینؓ سے ہوں۔

۵۔ راہ عزیمت اور جرأت وشجاعت:

راہ عزیمت وہ راہ ہے جس کا سالک بزدل اور جبان نہیں ہوسکتا۔ بزدل انسان ہمیشہ رخصت کا متلاشی رہتا ہے اور آسانیوں کو ڈھونڈتا ہے۔ مگر جرأت مند اور شجاع انسان ہی عزیمت کی راہ کا سالک بنتا ہے۔ بلاشک و شبہ حضرت امام حسینؓ عصمت و طہارت کا مجسمہ تھے۔ آپ کی عبادت، زہد، سخاوت اورکمال اخلاق کے دوست و دشمن سب ہی قائل تھے۔ آپ میں سخاوت اور شجاعت کی صفت کو خود رسول اللہ نے بچپن میں ایسا نمایاں پایا کہ فرمایا حسینؓ میں میری سخاوت اور میری جرأت ہے۔

ابن کثیر لکھتے ہیں:

حضرت فاطمۃ الزہراؓ نے رسول اللہ ﷺ سے مرض الموت کے وقت پوچھا کہ آپ ﷺ ان کے دونوں بچوں کو کچھ دیں تو آپ نے فرمایا: حسنؓ کے لیے میری ہیبت اور سرداری ہے اور حضرت امام حسینؓ کے لیے میرے جرأت اور سخاوت ہے۔

آپ کی زندگی میں جرأت و بہادری کے بے پایاں مظاہر واضح اور آشکار نظر آتے ہیں جن کو گننا اور درج کرنا ناممکن ہے۔ یزید لعین کی سفاک اور درندگی پر مشتمل حکومت میں آپ نے فقید المثال جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس فاجر و فاسق اور لعین کی بیعت سے انکار کر دیا۔ اپنی جان تو دے دی مگر نانا کے دین کی عزت و حرمت کو ایک ظالم و فاجر انسان کے ہاتھ میں نہیں بیچا۔ دین کی قدروں کو ایسی جلا بخشی کہ تاریخ انسانی اس جیسی مثال پیش کرنے سے نہ صرف قاصر ہے بلکہ قیامت تک ایسا کوئی دردناک اور المناک واقعہ شاید پھر کبھی رونما ہو۔

آپ کی شہادت وہ عظیم خبر ہے جسے آقا علیہ السلام نے اپنی حیات مبارکہ میں بیان فرما دیا تھا۔

عن أم الفضل بنت الحارث أنها دخلت علی رسول الله صلی الله علیه وسلم، فقالت: یا رسول الله إني رأیت حلما منکرا اللیلة، قال :وما هو؟ قالت: إنه شدید، قال :وما هو؟ قالت رأیت کأن قطعة من جسدك قطعت ووضعت فی حجري، فقال :رأیت خیرا، تلد فاطمة إن شاء الله غلاما فیکون فی حجرك، فولدت فاطمة الحسین، فکان فی حجري کما قال رسول الله صلی الله علیه وسلم، فدخلت یوما إلی رسول الله صلی الله علیه وسلم فوضعته فی حجره، ثم حانت مني التفاتة فإذا عینا رسول الله صلی الله علیه وسلم تهریقان من الدموع، قالت فقلت :یا نبي الله بأبي أنت وأمي مالك؟ " ...

سیدہ ام الفضل بنت حارث رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے رات کو قبیح خواب دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا :وہ کیا ہے؟ اس نے کہا :وہ بہت سخت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا :آخر وہ ہے کیا؟ اس نے کہا :مجھے ایسے لگا کہ آپ کے جسم کا ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں پھینکا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :تو نے تو عمدہ خواب دیکھا ہے، (اس کی تعبیر یہ ہے کہ ان شاء اللہ میری بیٹی) فاطمہ کا بچہ پیدا ہوگا جو تیری گود میں ہوگا۔ واقعی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بچہ حسین پیدا ہوا، جو میری گود میں تھا، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا۔ ایک دن میں رسول اللہ ﷺ کے پاس گئی اور حسینؓ کو آپ کی گود میں رکھ دیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوئی تو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ میں نے کہا: اے اللہ کے نبی! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ کو کیا ہوگیا؟

اتاني جبریل علیه الصلاة والسلام، فاخبرني ان امتي ستقتل ابني هذا (یعني الحسین)، فقلت: هذا؟ فقال: نعم، واتاني بتربة من تربته حمراء."

آپ ﷺ نے فرمایا: جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور مجھے بتلایا کہ میری امت میرے اس بیٹے کو قتل کر دے گی۔ میں نے کہا: یہ بیٹا (حسین)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، وہ میرے پاس اس علاقے (کربلا) کی سرخ مٹی بھی لائے۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ امت مسلمہ کو سیدنا امام حسین کی شہادت کے وسیلہ جلیلہ سے رفعت و ترقی عطا فرمائے۔ ☆☆☆☆☆

سانحہ کربلا، عشق خدا کی لازوال داستان

امام حسین علیہ السلام نے دین مصطفی ﷺ کی سربلندی کے لیے راہ خدا میں اپنا تمام گھرانہ قربان کیا

امام عالی مقام نے بزبانِ مصطفی ﷺ سن رکھا تھا کہ مجھے کربلا کے میدان میں شہید کردیا جائے گا

مصباح کبیر

ذکر کربلا کتابِ مہر و وفا بھی ہے اور کتابِ عشق و محبت بھی؛ جو تا قیامت روئے زمین پر آوازِ حق بلند کرنے والوں کو نعرہ مستانہ عطا کرتا رہے گا۔ ہر دور میں اہلِ حق اس کتابِ عشق کے مختلف ابواب کو اپنی تحاریر و تقاریر اور شاعری و نثر کی صورت میں نوعِ انسانی تک پہنچاتے رہے ہیں اور پہنچاتے رہیں گے جس کا مقصد ایک طرف انسانیت کو اس عظیم درسِ کربلا سے آشنا کرانا ہے کہ کس طرح امامِ عالی مقام سیدنا امامِ حسین علیہ السلام نے دینِ مصطفیٰ ﷺ کی سربلندی کے لیے راہِ خدا میں اپنا تمام گھرانہ قربان کیا اور عشق کی ایک ایسی عظیم داستان رقم کی جسے یاد کرکے اور پڑھ کے راہِ عشق کے مسافر سامانِ عشق و مستی حاصل کرتے رہیں گے اور ایک انوکھے رنگ سے مولا کو راضی کرتے رہیں گے۔ تو دوسری طرف غلامانِ امامِ حسین علیہ السلام اور سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی باندیوں کی صف میں ہونے کا ایک ادنیٰ سا حیلہ بھی ہے کہ

اے اہلِ بیتِ مصطفیٰ ﷺ یہ نذرانہ گر قبول افتد زہے عز و شرف

نواسہ رسول ﷺ کی مدینہ طیبہ روانگی سے لے کر ریگ زارِ کربلا میں جامِ شہادت نوش کرنے تک کے تمام واقعات ایک غیر معمولی حیثیت کی حامل لازوال داستانِ عشق رقم کرتے ہیں۔ امامِ عالی مقام بزبانِ مصطفیٰ ﷺ اس بات سے بخوبی آگاہ تھے کہ مجھے کربلا کے میدان میں شہید کر دیا جائے جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جبرائیلِ امین نے مجھے خبر دی کہ میرا یہ بیٹا حسینؑ میرے بعد مقامِ طف میں قتل کر دیا جائے گا۔

(طبرانی، المعجم الکبیر، ۳:۱۰۷)

خبرِ شہادت کے معلوم ہونے کے باوجود عقل کو ورطہ حیرت میں چھوڑتے ہوئے آپ علیہ السلام نے سوئے کربل اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ رختِ سفر باندھا تاکہ اپنے نانا سے دینِ مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ اور سربلندی کی خاطر کیے گئے وعدے کا نبھایا جاسکے کیوں کہ یہی وہ وقت تھا جب یزید نشہ اقتدار میں سرمست اخلاقیات کی تمام حدود کو پار کر چکا تھا اور چاہتا تھا کہ نواسہ رسول ﷺ اس کے مذاکرات کو مان لیں۔ کیوں کہ وہ یہ جانتا تھا کہ حسین کسی فردِ واحد کا نام نہیں بلکہ پوری امتِ مصطفوی ﷺ کے امین و سربراہ کا نام ہے اگر انہیں اپنا ہم نوا بنا لیا تو پھر ہر مومن اور مسلمان میرے تابع ہو جائے گا یہی وجہ ہے کہ اُس نے ہزارہا مسلح دستوں پر مشتمل قافلے امام عالی کے مقابلے کے لیے روانہ کیے تاکہ انہیں کسی طرح مجبور کیا جائے کہ وہ اس لعین کی بیعت کے لیے رضامند ہو جائیں مگر شاید اسے خبر نہ تھی کہ اس کا مقابلہ کسی عام انسان یا دنیا کے بادشاہ سے نہیں ہے بلکہ ایک ایسی شخصیت سے ہے جو فرزندِ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا وعلی المرتضی رضی اللہ عنہ ہیں، جن کی رگوں میں حیدرِ کرار کا خون ہے، جو نواسہ رسول ہیں

امامِ عالی مقام نے عاشورا کی رات اپنے اصحاب کو جمع کیا اور ان سے فرمایا کہ دیکھو کل کا دن دشمن سے مقابلے کا دن ہے۔ کل کا دن یومِ شہادت ہے۔ آزمائش کی بڑی گھڑی آنے والی ہے میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ تم اپنے گھروں کو چلے جاؤ میں وعدہ کرتا ہوں کہ روزِ قیامت اپنے نانا جان سے تمہاری بے وفائی کا گلہ نہیں کروں گا، اور گواہی دوں گا کہ نانا جان یہ میرے وفادار تھے، میں نے بخوشی انہیں جانے کی اجازت دی تھی۔

جنہیں دوشِ مصطفیٰ ﷺ کی سواری نصیب ہوئی اور زبانِ مصطفیٰ ﷺ چوسنے کا شرف حاصل ہے۔ جن کی عفت و عصمت کی گواہی خود رب تعالیٰ نے قرآن مجید میں کھائی ہے وہ حسین ابنِ علی جن کا ہر دن خدمتِ انسانیت اور تبلیغ و ترویجِ دین میں بسر ہوتا اور شب بھی گویا منتظر رہتی کہ اس کے دامن کو حسینؓ اپنی چشمان سے بہنے والے آنسوؤں کے موتیوں سے پروئیں ۔

امامِ عالی مقام نے یزید کے کسی بھی حربے کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے حق کی سر بلندی کی خاطر میدانِ کربلا میں اپنے اصحاب اور اہلِ خانہ کے ساتھ خیمہ زن ہوئے ۔محرم الحرام کو اپنے خیمہ کے سامنے کربلا کی ریت پر تشریف فرما تھے تو اونگھ آ گئی ۔ اُدھر ابنِ سعد نے حتمی فیصلہ ہو جانے کے بعد عساکر کو حکم دے دیا کہ حسین اور ان کے ساتھیوں پر حملہ کر دو، یزیدی عساکر کے حملے کا شور وغل سن کر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا باہر تشریف لائیں اور بھائی کو بیدار کیا ۔ آپ نے سرِ انور اٹھایا اور پوچھا زینب کیا بات ہے؟ امامِ عالی مقام دشمن کی طرف سے حملے کی تیاری مکمل ہو چکی ہے فرمایا ہم بھی تیاری کر چکے ہیں۔ آپ نے فرمایا زینب ابھی ابھی میری آنکھ لگ گئی تھی، نانا جان خواب میں تشریف لائے اور بتایا کہ تم عنقریب ہمارے پاس آنے والے ہو! ہم اس انتظار میں ہیں۔ (البدایہ والنہایہ)

امامِ عالی مقام نے عاشورا کی رات اپنے اصحاب کو جمع کیا اور ان سے فرمایا کہ دیکھو کل کا دن دشمن سے مقابلے کا دن ہے۔ کل کا دن یومِ شہادت ہے۔ آزمائش کی بڑی گھڑی آنے والی ہے میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ تم اپنے گھروں کو چلے جاؤ میں وعدہ کرتا ہوں کہ روزِ قیامت اپنے نانا جان سے تمہاری بے وفائی کا گلہ نہیں کروں گا، اور گواہی دوں گا کہ نانا جان یہ میرے وفادار تھے، میں نے بخوشی انہیں جانے کی اجازت دی تھی۔ جس جس کو ساتھ لے کر جانا چاہتے ہو لے جاؤ۔ یزیدیوں کو صرف میری گردن کی ضرورت ہے جب میری گردن کاٹ لیں گے تو ان کے کلیجے ٹھنڈے ہو جائیں گے۔ تم اپنی جانیں بچاؤ اور واپس چلے جاؤ۔ جود و سخا کے پروردہ امام حسین علیہ السلام آخری لحات میں بھی دوسروں کا بھلا چاہتے نظر آتے ہیں اور اپنے ساتھیوں کو زندگی کے اس نازک موڑ پر بھی اپنے ہمراہ یزیدی انتقام کی بھینٹ چڑھنے سے بچانا چاہتے ہیں لیکن راہِ عزیمت اور عشق ومحبت کی راہ کے مسافروں پر آفریں کہ انہوں نے اپنی وفاداری کو زندگی کی عارضی مہلت پر ترجیح دی۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کے جان نثار اصحاب اور شہزادوں نے عرض کیا کہ امامِ عالی مقام خدا وہ دن نہ لائے کہ ہم آپ کو چھوڑ کر چلے جائیں۔ آپ کے بغیر دنیا میں رہ کر ہم کیا کریں گے۔ ہم کٹ مریں گے۔ ہماری گردنیں آپ کے قدموں میں ہوں گی۔۔۔۔ہم اپنی جانیں آپ پر نثار کر دیں گے۔ ہم ہرگز آپ کو تنہا نہیں چھوڑیں گے۔ امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحابِ وفادار کا یہ جذبہ دیکھ کر فرمایا اچھا! یہ آخری رات ہے، سجدے میں گر جاؤ، ساری رات عبادت و مناجات میں گزری۔ جان نثارانِ حسین رضی اللہ عنہ کے خیموں سے رات بھر حمد وثنا کی صدائیں آتی رہیں۔ (البدایہ والنہایہ)

نمازِ فجر جان نثار اصحاب نے امامِ عالی مقام کی اقتداء میں ادا کی، بارگاہِ خداوندی میں کربلا والے سر بسجود تھے وہ سر جنہیں آج شام نیزوں پر بھی قرآن پڑھنا تھا اللہ تعالیٰ کے حضور جھکے ہوئے تھے۔ مولا یہ زندگی تیری ہی عطا کردہ ہے ہم اسے تیری راہ میں قربان کرنے کے لیے تیار ہیں۔ ۱۰ محرم الحرام کا سورج طلوع ہوا تو خون میں ڈوبا ہوتا، آسمان خون

کے آنسو رو رہا تھا۔ آج معصوم علی اصغر کے حلقوم میں تیر پیوست ہونا تھا خاندانِ رسولِ ہاشمی کے بھوکے پیاسے شہزادوں کے خون سے ریگِ کربلا کو سرخ ہونا تھا۔

ہزارہا ملعون یزیدی سپاہیوں پر مشتمل فوج کے مقابلے میں امامِ عشق سیدنا امام حسین علیہ السلام اپنے افراد جن میں خاندانِ نبوت کے بن ین و بنات اور اصحاب حسین علیہ السلام شامل تھے؛ موجود تھے۔ جو راہِ عشق و وفا میں نواسہ رسول کے قدموں پر پروانوں کی طرح جان وار دینے کے جذبے سے سرشار تھے پھر وقت نے ثابت کیا کہ کس طرح غلامانِ حسین علیہ السلام اور عشاقِ مصطفیٰ ﷺ نے بھوک و پیاس کی شدت کے باوجود جوانمردی اور جرات کے ساتھ اپنے سالار کا دفاع کرتے ہوئے اپنی جان کا نذرانہ بارگاہِ خدا میں پیش کرتے گئے۔ الغرض جانثارانِ حسین علیہ السلام ایک ایک کر کے راہِ عشق و وفا میں سرخرو ہوتے گئے۔

نواسہ رسول کربلا کے میدان میں تنہا کھڑے ہیں۔۔۔ہونٹوں پر تشنگی کے کانٹے چبھ رہے ہیں۔۔۔آسمان سے سورج آگ برسا رہا ہے۔۔۔نینوا کے سینے سے فرات بہہ رہ ہے آج نواسہ رسول کے سوا یہ پانی ہر شخص کے لیے عام ہے۔۔۔امامِ عالی مقام کے جانثاران ایک ایک کر کے جامِ شہادت نوش کر چکے ہیں۔۔۔گلستانِ رسول اجڑ چکا ہے۔۔۔چمنستانِ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بے رحم ہواؤں نے اپنے دامن میں سمیٹ رکھا ہے۔۔۔عون و محمد بھی رخصت ہو چکے ہیں۔۔۔عباس علم دار مقامِ شہادت پا چکے ہیں۔۔۔۔شہزادہ قاسم موت کو گلے لگا چکے ہیں۔۔۔۔ شہزادہ علی اکبر کا بے گوروکفن لاشہ ریگِ کربلا میں پڑا ہے۔۔۔۔معصوم علی اصغر کا خون بھی فضائے کربلا کو رنگین کر گیا ہے۔۔۔۔امامِ عالی مقام اپنے جانثاروں کے لاشے اٹھاتے اٹھاتے نڈھال ہو چکے ہیں۔۔۔لیکن اس راہِ عشق کے سالار ابنِ علی رضی اللہ عنہ کی شجاعت، بہادری اور جوانمردی پر ڈھلتی عمر کا سایہ بھی نہ پڑا۔۔زباں پر رب کی رضا میں راضی ہونے کا ترانہ ہے۔۔۔بدن کا ہر حصہ زبانِ حال سے مولا سے محوِ گفتگو ہے کہ مولا اگر تیری یہی رضا ہے تو حسین تیری راہ میں سب کچھ وار کر بھی مطمئن ہے گویا سالارِ عشق شیرِ خدا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا شیر اپنے تمام اثاثے لٹانے کے بعد بھی استقامت کی تصویر بنا ہوا ہے۔ایمان کی روشنی آنکھوں سے جھلک رہی ہے۔ چہرے پر اعتماد کا نور بکھرا ہوا ہے، گھوڑے پر سوار ہوتے ہیں، سیدہ زینب رضی اللہ عنہا رکاب تھامتی ہیں اور بھائی کو الوداع کرتی ہیں۔

زندگی کا آخری لمحہ آ پہنچا، امامِ عالی مقام امامِ حسین علیہ السلام نے دریافت فرمایا یہ کون سا وقت ہے جواب ملا نماز کا وقت ہے۔ فرمایا: مجھے اپنے رب کو حضور آخری سجدہ کر لینے دو۔ خون آلودہ ہاتھوں کے ساتھ تیمّم کیا اور بارگاہِ خداوندی میں سجدہ ریز ہو گئے۔ باری تعالیٰ یہ زندگی تیری ہی دی ہوئی ہے اسے تیری ہی راہ میں قربان کر رہا ہوں۔ اے خالقِ کائنات! میرا یہ آخری سجدہ قبول ہو۔

امامِ عالی مقام میدانِ کربلا میں تلوار لیے کھڑے ہیں یزیدی عساکر پر خاموشی چھائی ہوئی ہے۔ فرزندِ شیرِ خدا کا سامنا کرنے سے ہر کوئی کترا رہا ہے۔وہ جانتے ہیں کہ مدِ مقابل کون ہے۔۔یزیدی لشکر میں سے کوئی نکل کر شہسوارِ کربلا کا مقابلہ کرنے کی جرات نہ کر سکا۔ یزیدی لشکر نے جانثارانِ حسین کی استقامت، شجاعت اور جرات دیکھ کر انفرادی جنگ بند کر دی تھی، جب حسین مقتل میں آئے تو اجتماعی حملہ جاری تھا لیکن پورا لشکر بھی اجتماعی طور پر نواسہ رسول ﷺ پر حملہ کرنے سے ڈر رہا تھا۔ دور دور سے تیر چلاتے رہے، کئی گھنٹوں تک حسین رضی اللہ عنہ کے جسمِ اطہر پر کوئی زخم نہ لگا کیوں کہ قریب آ کر علی رضی اللہ عنہ کی شجاعت کے وارث سے جنگ کرنے کا کسی کو حوصلہ نہیں ہوا۔ تیروں کی برسات میں امامِ عالی مقام کا جسمِ اطہر چھلنی ہو گیا۔ زخموں سے چور امام پر چاروں طرف سے حملہ کیا گیا۔ شمر اور یزید کے بدبخت سپاہی قریب آ گئے، یکبارگی حسین کو تلواروں کے نرغے میں لے لیا گیا۔ آخر مردانہ وار

جنگ کرتے کرتے شہسوارِ کربلا گھوڑے سے نیچے آ گئے۔ نیزوں اور تلواروں سے بھی امامِ عالی مقام کا جسم چھلنی کر دیا گیا۔

زندگی کا آخری لمحہ آ پہنچا، امامِ عالی مقام امامِ حسین علیہ السلام نے دریافت فرمایا یہ کون سا وقت ہے جواب ملا نماز کا وقت ہے۔فرمایا : مجھے اپنے رب کو حضور آخری سجدہ کر لینے دو۔خون آلودہ ہاتھوں کے ساتھ تیمّم کیا اور بارگاہِ خداوندی میں سجدہ ریز ہو گئے۔باری تعالیٰ یہ زندگی تیری ہی دی ہوئی ہے اسے تیری ہی راہ میں قربان کر رہا ہوں۔ اے خالقِ کائنات! میرا یہ آخری سجدہ قبول ہو۔بدبخت شمر آگے بڑھا اور اس نے چاہا کہ امامِ عالی مقام کا سرتن سے جدا کر دے کہ امام حسین علیہ السلام نے کہا میرے قاتل! ذرا مجھے اپنا سینہ تو دکھا کیوں کہ میرے نانا نے مجھے جہنمی کی نشانی بتائی تھی۔

امام ابنِ عساکر نے سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنھما سے روایت کی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

قارئینِ کرام! سانحہ کربلا کے دیگر پہلوؤں کی اہمیت اپنی جگہ مسلّم لیکن ایک پہلو جو نمایاں نظر آتا ہے وہ امامِ عالی مقام کا خدا و مصطفیٰ ﷺ کی ذات سے عشق تھا۔خدا کی ذات سے عشق اس طرح کہ مدینہ پاک روانگی سے لے کر ریگِ زارِ کرب و بلا میں جامِ شہادت نوش فرمانے تک زبان پر کوئی شکوہ نہ لانا یہ عاشقوں کا ہی شیوہ ہوا کرتا ہے

گویا میں ایک سفید داغوں والے کتے کو دیکھ رہا ہوں جو میرے اہلِ بیت کے خون میں منہ مار رہا ہے (کنز العمال)

چنانچہ آپ علیہ السلام نے نشانی دیکھ کر فرمایا ہاں یہ بدبختی تیرا ہی مقدر ہے، وہ بدبخت آگے بڑھا اور سرِ اقدس کو تن سے جدا کر دیا۔ادھر روح نے قفسِ عنصری سے پرواز کی اور بارگاہِ خداوندی میں سرخرو ہوئی۔

يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً.

اے اطمینان پا جانے والے نفس۔تو اپنے نفس کی طرف اس حال میں لوٹ آ کہ تو اس کی رضا کا طالب بھی ہو اور مطلوب بھی

قارئینِ کرام! سانحہ کربلا کے دیگر پہلوؤں کی اہمیت اپنی جگہ مسلّم لیکن ایک پہلو جو نمایاں نظر آتا ہے وہ امامِ عالی مقام کا خدا و مصطفیٰ ﷺ کی ذات سے عشق تھا۔ خدا کی ذات سے عشق اس طرح کہ مدینہ پاک روانگی سے لے کر ریگِ زارِ کرب و بلا میں جامِ شہادت نوش فرمانے تک زبان پر کوئی شکوہ نہ لانا یہ عاشقوں کا ہی شیوہ ہوا کرتا ہے اور عشقِ مصطفیٰ ﷺ اس طرح سے کہ جب حضور نبی اکرم ﷺ نے فرما دیا کہ حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں تو گویا حضور نبی اکرم ﷺ کا حسین سے ہونے کا مطلب یہ ہوا کہ میرے دین کو تا قیامت میرا یہ بیٹا ہی سربلند کرے گا۔

زندہ حق از قوت شبیری است
باطل آخر داغ حسرت میری است

حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تعلق میں اس قدر فنائیت کے آپ ﷺ کی منشا کو سمجھتے ہوئے بلا چوں و چراں اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیا۔

اس عظیم قربانی کے صلے میں گویا یہ صدا آ رہی تھی کہ اے حسین ابنِ علی! میری رضا اور عشق کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کرنے والے! آج تو نے راہِ عشق میں اپنا سب کچھ وار دینے کی ایک لازوال داستاں رقم کر دی ہے جسے عشق کا دم بھرنے والے ہر دور میں مشعلِ راہ بناتے رہیں گے اور سلیقہ عشق سیکھتے رہیں گے کہ اگر خدا سے عشق کرنا ہو تو اس حد تک اس کی ذات میں فنا ہونا پڑتا ہے کہ انسان کی اپنی ذات فنا ہو جائے اور ہر حال میں کہے مولا جو تیری مرضی، جیسے تو راضی۔

عقل و دل و نگاہ کا مُرشدِ اولیں ہے عشق
عشق نہ ہو تو شرع و دیں بُت کدہ تصورات
صدقِ خلیل بھی ہے عشق، صبرِ حسین بھی ہے عشق
معرکہِ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق

☆☆☆☆☆

شریکۃ الحسینؑ سیدہ زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا

حضرت زینبؑ نے ابن زیاد سے کہا خدا کو میرے بھائی حسینؑ سے پیار تھا، اسے شہادت عظمیٰ سے نوازا

بی بی نے قید ہو کر کوفہ و شام کے بازاروں اور درباروں میں اپنے خطبات سے حسینی مشن کی تکمیل کی

امام عالی مقامؑ نے کربلا میں یزید ملعون کی باطل فکر کا مقابلہ کر کے ملت اسلامیہ پر احسان کیا

ایمن سہیل

امام حسین علیہ السلام شہید کربلا کا پوری ملت اسلامیہ پر احسان ہے کہ اگر آپؑ یزید ملعون کا ڈٹ کر مقابلہ نہ کرتے اور اپنے سمیت بزرگوں، جوانوں اور معصوم بچوں کی قربانی نہ دیتے تو آج اسلام باقی نہ ہوتا۔ تبلیغ و اشاعت دین میں اگرچہ امام حسین کی شہادت بہت بڑا درجہ رکھتی ہے لیکن مقصد شہادت امام کو اجاگر کرنے والی آپ کی بہن زینب سلام اللہ علیہا ہیں جنہوں نے بھائی کی شہادت کے بعد اسیر ہو کر کوفہ و شام کے بازاروں اور درباروں میں اس دلیری و شجاعت سے بلیغ خطبات دیئے کہ جن سے لوگوں پر شہادت عظمیٰ کا قصد واضح ہو گیا اور حسینی مشن کی تکمیل ہو گئی۔

تاریخ میں ہے کہ جب جناب زینب کبریٰؑ کی ولادت کی خبر آپ کے نانا خاتم النبیین کو دی گئی تو وہ خانہ زہراؑ پر تشریف لائے اور نومولود بچی کو ہاتھوں پر اٹھا لیا اور چہرے کے بوسے لیتے ہوئے اپنا چہرہ انور اس بچی کے چہرے پر رکھ دیا اور آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور فرمایا کہ مجھے جبریل علیہ السلام نے خبر دی ہے کہ یہ بچی میرے لاڈلے نواسے حسینؑ کے مشن میں شریک ہو گی۔ اپنے بھائی کی مصیبتوں اور سختیوں میں اس کا ساتھ دے گی۔ یہ بچی اپنی نانی خدیجہ الکبریٰؑ کی نمائندہ ہے بلکہ اس کے کردار کا نمونہ بنے گی۔

جناب زینبؑ عمدہ اخلاق اور علم و تقویٰ کے اعتبار سے بہت بلند مقام رکھتی تھیں کیونکہ خالق کائنات نے خاتم النبیین ﷺ اور آپ کے اہل بیت کے قلوب و اذہان کو علم لدنی سے نوازا تھا۔ جناب زینبؑ جب اپنے والد گرامی حضرت علی علیہ السلام کے دور خلافت میں کوفہ تشریف لائیں تو کوفہ کی معزز خواتین نے حضرت علیؑ کو درخواست پہنچائی کہ ہم آپ کی دختر جناب زینبؑ سے علوم دینیہ حاصل کرنا چاہتی ہیں۔ حضرت علیؑ نے درخواست منظور کرتے ہوئے کوفہ کی عورتوں کو اجازت دی کہ وہ جناب زینبؑ سے تفسیر قرآن کا درس لے سکتی ہیں۔

۶۱ ہجری میں روز عاشورہ جب امام حسینؑ شہید کر دیئے گئے اور خیام اہلبیت کو لوٹنے کے بعد آگ لگا دی گئی تو ثانی زہراؑ بی بی زینبؑ جو کہ پورے کنبے کی شہادت کا غم سینے پر لیے ہوئے تھیں بھوکی پیاسی غمزدہ بی بی کو اس وقت پروردگار نے اتنی روحانی قوت عطا کی تھی کہ وہ غم زدہ مستورات، یتیم بچوں اور اپنے بیمار بھانجے سید سجاد ابن الحسین علیہ السلام کی نگہبانی کے لیے سینہ سپر ہو گئیں۔ صبر و رضا کے بلند مقام پر فائز یہ بی بی زہد و تقویٰ اور شجاعت و سخاوت کی حقیقی عظمت پر فائز تھیں کہ بعد شہادت امام حسینؑ جس جرات و دلیری کا مظاہرہ کیا اس کی نظیر پوری دنیا میں کہیں نہیں مل سکتی۔

جناب زینبؑ کو جب ابن زیاد کے دربار میں پیش کیا گیا تو اس وقت بی بی ننگے سر اور بوسیدہ لباس میں ملبوس تھیں اور اپنی ساتھ قیدی عورتوں کے پیچھے اپنے آپ کو چھپا رہی تھیں جب ابن زیاد نے تعارف کروانے کا کہا تو بتایا گیا

کہ یہ زینب بنت علیؓ اور حسینؓ کی بہن ہے۔ اس بدبخت کے دربار سے ثانی زہراؑ کی شجاعت اور دلیری کا ایسا معرکہ شروع ہوا کہ جس سے دربار کے درو دیوار لرز اٹھے جس جگہ کوئی یہ جرات نہیں کرسکتا تھا کہ آل محمدﷺ کا نام لے یا اس خاندان کی فضیلت بیان کرے وہاں علیؑ کی بیٹی زینب کبریٰؑ نے اپنے بھائی کی شہادت کے مقصد کو اجاگر کرنا شروع کیا فرمایا کہ

''لاتعداد حمد ہے اس خدا کی جس نے اپنے حبیب محمدﷺ کے ذریعے ہمیں مکرم بنایا اور ہم کو ہر قسم کے رجس و پلیدی سے پاک رکھا اور حمد ہے خداوند عالم کے لیے'' کیا ہم رسوا ہوئے ہیں ہم تو کل حضرت محمد مصطفیٰﷺ کے وجود اقدس کی وجہ سے مکرم ومشرف ہیں، ذلالت و رسوائی کا تعلق تو فاسق گنہگار کے ساتھ ہے۔ ہم نے تو کوئی گناہ نہیں کیا ہے تو گنہگار ہے، فاسق ہے، جھوٹا ہے۔

ابن زیاد نے کہا: تونے کیسا دیکھا اللہ تعالیٰ کے معاملے کو جس نے تیرے بھائی حسین کو امیرالفاسقین یزید کے مقابلہ میں کس طرح ناامید کیا اور یزید کی مدد کی جس پر جناب زینب نے اس درندہ صفت حاکم کے سامنے بھرے ہوئے دربار میں فرمایا کہ

''خدا کو میرے بھائی حسنؓ سے اس قدر پیار تھا کہ شہادت عظمیٰ سے نوازا جو بہت بڑی نیکی ہے وہ میرے بھائی کے حصہ میں آئی کہ وہ خدا کی راہ میں شہید ہوئے ہیں اس سے بڑھ کر کہ خدا کا اچھا معاملہ اور کیا ہوگا پھر فرمایا کہ

یہ وہ قوم ہے جن کے مقدر میں شہادت کا فیض خدا نے لکھا اور یہ معاملہ بہت جلد ہوگا کہ خداوند عالم تجھے اور ان کو جنہیں تو نے قتل کیا ہے اپنی عدالت میں بلاکر حق و باطل کا امتیاز فرمائے گا اور فیصلہ دے گا۔ اس جواب کے لیے اے ظالموں کے ظالم تو اپنے آپ کو تیار رکھ۔

ابن زیاد بڑی بے حیائی اور سنگدلی سے کہنے لگا میرا دل خوش اور ٹھنڈا ہے اس لیے کہ جو کچھ ہم نے چاہا وہ ہم نے کرلیاہے۔

اس کے جواب میں بنت علی نے کمال جرات و شجاعت کے ساتھ فرمایا:

''اے بدبخت مغرور ابن زیاد تو تخت وحکومت کی مستی اور مدہوشی میں یہ سمجھ ہی نہیں رہا کہ تو کیا بکواس کررہا ہے تو فریب میں ہے اس دنیاوی حکومت نے تجھے دھوکہ دیا ہے تو یہ خیال نہ کر کہ یہ حکومت ہمیشہ تیری رہے گی۔ میں کہہ رہی ہوں کہ یہ حکومت بہت جلد تیرے ہاتھ سے چلی جائے گی اور تو یہ خیال نہ کر کہ حسینؑ کو قتل کر کے تو ہمیشہ خوش رہے گا رہتی دنیا میں علاوہ اس عذاب کے جس کا آخرت میں خدا نے وعدہ کیا ہے تجھے معلوم ہوجائے گا کہ خوش کون رہتا ہے اور غمگین کون ہوتا ہے۔ خوشی کبھی تیرے مقدر میں نہ آئے گی اور پھر فرمایا:

''اے ابن زیاد تو نے اپنے ہاتھوں سے اپنے لیے ننگ و عار خریدی ہے جو قیامت تک تیرے ساتھ رہے گی۔

دربار یزید بھی میدان کربلا کی طرح ایک سخت میدان جنگ تھا اور یہ جنگ تنہا بی بی زینبؑ کولڑنا تھی۔ یزید نے اپنے محل کو مزین وآراستہ کروایا اور چارسو کرسیاں لگوائیں اور لوگوں کو دعوت دے کر بلایا، یزید جو کہ شاہی تاج سر پر رکھے فاخرانہ لباس پہن کر تکبر وغرور کے نشہ میں چور ہوکر تخت پر براجمان تھا۔ عرب قبائل کے مختلف سردار اراکین سلطنت اور بیرونی ممالک کے نمائندے موجود تھے جن کی مہمان نوازی کے لیے شراب کے جام بھرے ہوئے تھے۔ دراصل یہ یزید کی فتح کا جشن تھا۔

ثانی زہرا زینب سلام اللہ علیہا نے شرابیوں سے بھرے ہوئے دربار میں اللہ کی عطا کردہ شجاعت و دلیری کا مظاہرہ کیا۔ نواسہ رسول جگر گوشہ بتول کا سر اقدس سونے کے طشت میں رکھ کر یزید کو پیش کیا گیا۔ اُس نے شراب پینی شروع کی اور فخریہ وتکبرانہ اشعار پڑھتے ہوئے سر امام علیہ السلام کو قریب منگوایا اور خشک لبوں پر بید کی چھڑی مارنا شرع کی جناب زینبؑ نے جب یہ دیکھا تو برداشت نہ کرسکیں اور شجاعت خداوندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرمانے لگیں کہ

اے ظالم یزید! کیا حسین نواسہ رسول کو قتل کردینا تیرے لیے کافی نہیں ہے قتل ہوئے حسینؑ کو دوبارہ قتل کرنا چاہتا ہے کیا قتل کے بعد مقتول کے اہل وعیال کو قید کرکے شہر بشہر پھرا کر تذلیل کرنا تیرے لیے کافی نہیں ہے کہ اب مظلوم کے

اہل وعیال کو بھرے دربار میں قیدی بنا کے ان کے سامنے مظلوم کے کٹے سر کی بے ادبی کر رہا ہے۔

اس بدبخت نے کہا کہ کیا تیرا بھائی حسین یہ نہیں کہتا تھا کہ میں یزید سے بہتر ہوں کیا وہ یہ نہیں کہتا تھا کہ میرا باپ علی یزید کے باپ سے بہتر ہے کیا وہ یہ نہیں کہتا تھا کہ میری ماں یزید کی ماں سے بہتر ہے۔

جناب زینبؑ نے جواب دیا کہ کیا تو نہیں جانتا کہ حسین واقعی تجھ سے بہتر ہے تھا، اس کی ماں تیری ماں سے بہتر تھی اس کا باپ تیرے باپ سے بہتر تھا۔ اس پر یزید نے قرآن کی آیت پڑھی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ

''اے رسول تم کہہ دو کہ اے میرے اللہ! سلطنت کے مالک تو جس کو چاہتا ہے سلطنت عطا فرماتا ہے اور جس سے چاہتا ہے سلطنت چھین لیتا ہے اور تو جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلت دیتا ہے''۔

تیرے بھائی حسین نے اس آیت کو نہیں پڑھا تھا تا کہ اسے علم ہوتا کہ حق میرے ساتھ ہے۔

لہذا یہ سن کر بی بی زینبؑ نے شجاعت الٰہی سے ایسا فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا جو کہ پوری دنیا کی فصاحت و بلاغت کے بلند درجوں پر فائز ہے اور اپنے خطبے سے حق و باطل کو الگ الگ کر کے پیش کر دیا اور بھرے دربار میں یزید کو ذلیل و رسوا کرتے ہوئے مقصد شہادت حسینؑ کو عام کر دیا۔

سب سے پہلے ثانی زہراؑ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی پھر محمد وآل محمد پر درود وسلام بھیجا اور اپنے خطبے کا آغاز آیت سے کیا جس کا ترجمہ ہے۔

''پھر ان لوگوں کا انجام جنہوں نے برائی کی تھی برا ہی ہوا اس لیے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلایا اور وہ ان کی ہنسی اڑایا کرتے تھے۔

اور فرمایا کہ اے یزید کیا تو یہ گمان کرتا ہے کہ ہمارے خاندان کو جو خاندانِ رسول ﷺ ہے تو نے تکلیف میں ڈال دیا ہے زمین و آسمان کو ہمارے لیے تنگ کر دیا ہے خارج از اسلام قیدیوں کی طرح شہر بشہر دربدر پھرایا ہے اور ہم کو اس درد ناک حالت میں اپنے دربار میں بلایا ہے۔ کیا تو اس سے

خدا کو میرے بھائی حسینؑ سے اس قدر پیار تھا کہ شہادت عظمیٰ سے نوازا جو بہت بڑی نیکی ہے وہ میرے بھائی کے حصہ میں آئی کہ وہ خدا کی راہ میں شہید ہوئے ہیں اس سے بڑھ کر کہ خدا کا اچھا معاملہ اور کیا ہوگا

یہ گمان کرتا ہے کہ ہم پر ظلم وستم کر کے تو بارگاہ رب العزت میں صاحب عزت ہے اور ہم اس کی بارگاہ میں ذلیل و خوار ہیں، جس وقت تو نے دیکھا کہ فلاں شخص تیرے خلاف مقابلہ میں ڈٹ گیا تو نے اسے قتل کرا دیا اور اس کے اہل بیت کو قیدی بنا لیا کیا تو اس سے یہ خیال کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تیری کوئی قدرو منزلت ہے۔ تکبر و غرور کی ناک بلند کرنے والے اور اپنی خوشی کو بذات خود خوشی کہنے والے اور اس خوشی کو اپنی کامیابی سمجھنے والے کیا تو اپنی مراد کو پہنچ گیا جب کہ تو اچھی طرح جانتا ہے کہ

اطیعوا اللہ واطیعو الرسول واولی الامر منکم کے تحت اس سلطنت کو خداوند عالم نے ہم آل محمدؐ کا حق قرار دیا ہے جس حق کو تو غصب کر کے یہ خیال کرتا ہے کہ تو اللہ کے نزدیک صاحب عزت ہے۔ تھوڑا سا انتظار کر تیری یہ حکومت چند روز سے زیادہ نہیں۔ احمق ہے وہ شخص جو صرف ظاہری اور وقتی خوشی پر جان دیتا ہے اور لائق صد تحسین ہے وہ نیک مرد جو کوئی کام کرنے سے پہلے اس کے انجام پر غور کرتا ہے۔ عنقریب یہ تیرا شاہی غرور اور تخت خلافت موت کے تابوت میں تبدیل ہوجائے گا اور جو کچھ اس حکومت میں تو کر رہا ہے اس نے تجھے مغرور بنا دیا ہے اور تو عزت کے مفہوم سے واقف ہی نہیں ہے۔ عام لوگ ظاہر بین ہیں عقل نہیں رکھتے تا کہ جان سکیں کہ ظاہری ترقی مقام منزلت کا نام عزت حقیقی نہیں ہے بلکہ عزت حقیقی وہ ہے جو ہمیشہ تیرے ساتھ رہے اور تو عزیز ہو یعنی نہ تو شیطان کا ہم خیال ہو اور نہ ہی تو خواہشات نفسانی کا پیروکار ہو۔

پھر جناب زینب سلام اللہ علیہا نے فرمایا: اے یزید کیا تو گمان کرتا ہے کہ تو ہم آل رسول پر غالب آگیا ہے اور ہمیں اپنے دباؤ اور قید میں رکھے ہوئے ہے کیا یہ سب کچھ اس وجہ سے ہے کہ تو اللہ کو پیارا ہے اور ہم نہیں ہیں کیا تو نے اس آیت کریمہ کو فراموش کردیا ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ کافر لوگ جن کو ہم نے مہلت دے رکھی ہے۔

ظاہری طور پر کامیابیاں دی ہیں، شان و شوکت دی ہے۔ دولت کی فراوانی دی ہے وہ کافر ان چیزوں کے پیش نظر یہ گمان نہ کریں کہ یہ چیزیں انکے لیے کوئی اچھائی ہیں۔

بلکہ یہ تو ان کے لیے ایک مصیبت ہے تاکہ ان کے گناہ اور زیادہ ہوجائیں اور مہلت دینے کا مقصد بھی یہی ہے کہ ان کا انجام جو ان سے پوشیدہ ہے وہ ان پر ظاہر ہوجائے تاکہ جس قدر وہ اپنی عاقبت کی طاقت رکھتے ہیں۔ اسے ظاہر کریں کیونکہ ان کے لیے عذاب ہے ذلیل کرنے والا۔ دنیا امتحان کا گھر ہے لہذا کسی بھی انسان کی نیک بختی اور بدبختی اس چیز سے ظاہر ہوتی ہے کہ رحمان پرست کون ہے اور شیطان پرست کون ہے۔ ظاہری طور پر جس چیز کو اپنے لیے نعمت سمجھ رہا ہے حقیقت میں اس کے لیے مصیبت کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔

پھر فرمایا کہ کیا یہ تیری عدالت ہے کہ تو نے اپنی کنیزوں کو پردہ کے پیچھے سایہ کے نیچے فرش حریر اور دیبا پر بٹھایا ہے اور نبی کی بیٹیوں کو قید کیا ہوا ہے۔ ان کی عزت کو گرا رہا ہے اور ایک دشمن جماعت کو مامور کیا ہوا ہے کہ ان غمزدہ عورتوں کو شہر بشہر گاؤں سے گاؤں پھراتے اور ہر شہر میں دوست و دشمن، دور اور نزدیک والے نبی کی بیٹیوں کا تماشہ دیکھیں اور اس سخت سفر میں ایک آدمی بھی ایسا ہمارے ساتھ نہ تھا جو ہماری مدد کرتا اور کوئی مرد ایسا نہ تھا جو ہماری فریاد سنتا۔

حضرت زینبؑ نے مزید فرمایا کہ یہ حکومت و دولت تیرے پاس اس لیے نہیں ہے کہ تو کوئی خدا کا منظور نظر ہے بلکہ یہ تو تیرے لیے ایک بہت بڑی مصیبت ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ دوران خلافت تجھ سے کوئی کام ایسا سرزد نہیں ہوا جو ظلم و ستم کے علاوہ ہو اگر تو عدل کرتا تو شاید یہ احتمال پیدا ہوتا کہ یہ حکومت تیرے لیے نعمت ہے لیکن نبی کی بیٹیوں کو قید کر کے در بدر پھرانے سے تیری سنگدلی اور بدبختی یہ ظاہر کرتی ہے کہ تو عادل نہیں ظالم ہے اور یہ ظلم تیرے خلاف بہت بڑی گواہی ہے۔

پھر فرمایا: اے یزید تجھ سے ایسے ہی کاموں کی توقع کی جاسکتی ہے جو کچھ تو نے کیا ہے تو کہاں اور عدل و انصاف کہاں؟ تو کہاں اور نرمی گفتار کہاں۔ کیا تو انہی لوگوں کا بیٹا نہیں جنہوں نے پاک لوگوں کا جگر اپنے منہ سے چبایا اے یزید تیری ماں ہند ایک جگر کھانے والی عورت ہے جس نے جناب حمزہ کا خون چوسا اور بدن مبارک کا مثلہ کیا اور پھر فرمایا کہ حقیقت تیرے سامنے ہے اور تو اچھی طرح جانتا ہے کہ تو گنہگار ہے اور اس کے باوجود تجھے نہیں پتہ کہ تو اپنے اشعار میں کیا کہہ رہا ہے کہ کاش آج ابوسفیان ہوتے اور دیکھتے کہ میں نے ان کا بدلہ نواسہ رسول سے کیسے لیا ہے۔ اے کاش وہ میرا زمانہ دیکھتے اور شاباش کہتے۔ اے بدبخت تو کن کو آواز دے رہا ہے۔

الغرض کہ جناب زینب سلام اللہ علیہا نے کس قدر جرات و ہمت کا مظاہرہ کرتے ہوئے یزید کو اسی کے دربار میں ذلیل و خوار کردیا اور اپنے بھائی حسینؑ کی عزت و شرافت کا پرچم بلند کردیا اور فرمایا کہ اے یزید تو نے کسی کا نہیں بلکہ اپنا سرتن سے جدا کیا ہے کیونکہ حسینؑ زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا اور عزت خدا اور دوستانِ خدا کا مال ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ عزت تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور مومنوں کے لیے ہے لیکن منافق لوگ نہیں جانتے۔ اے یزید تو نے اپنا چہرہ خود ہی گناہوں اور مظالم سے سیاہ کیا ہے اور اب بھی کہتا ہے کہ خدا کے نزدیک تیری کوئی عزت ہے۔ یوں اپنے فصیح و بلیغ خطبات سے بنت علی نے یزید کو اس طرح ذلیل و خوار کردیا کہ وہ اپنے دفاع میں کچھ نہ کہہ سکا اور اس کا کوئی بھی حربہ کامیاب نہ ہوسکا۔ اس کی عمر اور حکومت کا عرصہ بہت قلیل تھا کہ وہ اپنا کردار اور عمل لے کر جہنم رسید ہوا جبکہ حکومتِ آل محمدؐ قیامت تک دائمی ہے۔

☆☆☆☆☆

قائداعظمؒ کی قانونی اور سیاسی زندگی

قائداعظمؒ زندگی کے ہر میدان میں فاتح و کامران ہوئے

محمد علی جناحؒ انمول تھے، کوئی ان کی قیمت نہ لگا سکا

ڈاکٹر عشرت افضل

بانی پاکستان قائداعظمؒ محمد علی جناح ایک غیر متنازع، بے داغ سیاسی لیڈر اور بلند پایہ وکیل تھے۔ قابلیت اور عظمت کے اعتبار سے ان کا شمار صدی کے عظیم لیڈران میں ہوتا ہے۔ بحیثیت وکیل آپؒ کی کامیابیوں کا اعتراف دوست کے ساتھ ساتھ دشمن بھی کرتے تھے۔ آپؒ کے والد چاہتے تھے کہ ان کا بیٹا اعلیٰ تعلیم کے حصول کے بعد کاروبار میں ان کا ہاتھ بٹائے مگر وکیل بننا آپ کا ذاتی انتخاب تھا۔

23 جنوری 1948ء کو کراچی بار ایسوسی ایشن سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا لنکن ان میں بار ایٹ لاء کے لیے داخلہ کیوں لیا کیونکہ لنکن ان کے ہال میں دنیا کے عظیم قانون دانو ں میں ایک نام ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کا بھی تھا۔

بیس سال کی عمر میں انہوں نے بمبئی سے بطور وکیل پریکٹس شروع کی اور اپنی خداداد صلاحیتوں سے بہت نام بنایا۔ بحیثیت وکیل قائداعظمؒ کو بہت پذیرائی ملی۔ 1908ء میں بمبئی کی میونسپل کارپوریشن میں (الیکشن میں) SirPherozeshd mehla کی طاقت کو توڑنے کے لیے بمبئی کے اکاؤنٹنٹ جنرل CH. Harriren نے ایک اتحاد بنایا اس طرح سے Sir Pherosha کو کونسل سے باہر کیا جاسکتا تھا۔ قائداعظمؒ نے نہ صرف یہ کیس جیتا بلکہ ایک اپنے آپ کو ایک بہترین بیرسٹر کی حیثیت سے منوایا بھی۔

اس طرح سے 1908ء میں بال گنگدھار تلک جن کا تعلق کانگریس سے تھا ان کو بغاوت کے جرم میں گرفتار کیا گیا۔ انہوں نے قائداعظمؒ سے رابطہ کیا۔ قائداعظم اس وقت انہیں ضمانت پر رہائی تو نہ دلوا سکے مگر 1916ء میں جب تلک کو دوبارہ گرفتار کیا گیا تو قائداعظمؒ انہیں باعزت بری کروانے میں کامیاب ہوگئے۔ قائداعظمؒ اپنی زندگی میں کوئی کیس نہیں ہارے سوائے ''غازی علم دین شہید کیس کے''۔ جس میں انہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ راجپال نے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو بری طرح مجروح کیا ہے جبکہ علم دین تو صرف بیس سال کا نوجوان ہے لہذا عدالت پھانسی کی سزا کو عمر قید میں بدل دے۔ یہ کیس انہوں نے علامہ اقبالؒ کے کہنے پر لڑا مگر وہ علم دین کو بچانے میں ناکام رہے اور ایک سچا عاشق رسول ﷺ پھانسی کے پھندے پر جھول کر امر ہوگیا۔

قائداعظمؒ کی زندگی کے کسی بھی پہلو کا اگر ہم

قائداعظمؒ وہ عظیم لیڈر تھے کہ جب گورنر جنرل پاکستان کے عہدے پر فائز ہوئے تو ڈیڑھ روپے کے موزے لینے سے بھی انکار کردیا اور کہا کہ ایک غریب مسلمان ملک کے سربراہ کو اتنی مہنگی چیز نہیں پہننی چاہئے۔

مطالعہ کریں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہر میدان کے فاتح تھے۔ ناکامی وہ واحد لفظ تھا جس کے بارے میں نہ انہوں نے کبھی سوچا اور نہ وہ ان کی زندگی میں آیا، کیونکہ ان پر اللہ کا خاص فضل تھا۔کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

قدرت کی طرف سے ہم سب پر جب رحمت کا امکان بنا
تو علم تدبر کا مالک تقدیر سے اک انسان بنا
اس شخص نے دنیا کے آگے ہم سب کی وکالت ایسے کی
دنیا کی عدالت میں لوگوں وہ سب کی پہچان بنا
یہ نام نبیؐ کی برکت تھی اور اسم علیؓ کی قوت تھی
اس شخص کے آگے ٹک نہ سکا کوئی بھی گر شیطان بنا
اک فہم وفراست سے اس نے جذبوں کی قیادت ایسے کی
وہ قائداعظمؒ کہلایا اور بانی پاکستان بنا

قائداعظمؒ نے اپنی زندگی میں جو کچھ کیا اس کو پایہ تکمیل تک پہنچایا اور قیام پاکستان اس کی سب سے تابندہ مثال ہے۔قائداعظمؒ نے اپنے سیاسی کیریئر کا آغاز 1906ء میں دادا بھائی نوروجی کے سیکرٹری کی حیثیت سے کیا۔ آپ میدان سیاست میں بھی اپنی فہم وفراست، مدبرانہ صلاحیتوں اور سیاسی بصیرت کی بدولت نہایت قلیل عرصے میں برصغیر میں ایک عظیم لیڈر کے طور پر ابھرے۔

آپ نے 1913ء میں مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی اور سات سال کے عرصے تک دونوں جماعتوں کے مشترکہ ممبر رہے۔ اس دوران قائداعظمؒ کو مشہور میثاق لکھنو منظور ہونے پر مسز سروجنی سائیڈو کی جانب سے ''ہندو مسلم اتحاد کا سفیر'' قرار دیا گیا مگر کانگرس اور ہندوؤں کے متعصّبانہ رویوں کی وجہ سے قائداعظمؒ نے بالآخر 1920ء میں کانگرس سے اپنی راہیں جدا کرلیں۔آپؒ 1924ء میں مسلم لیگ کے مستقل صدر منتخب ہوئے۔ قائداعظمؒ نے مسلم لیگ کی قیادت سنبھالتے ہی اسے ایک عظیم عوامی سیاسی جماعت میں تبدیل کردیا۔ یہ قائداعظمؒ کی مدبرانہ صلاحیتوں کا ہی نتیجہ تھا کہ 23 سال کے مختصر عرصے میں آپ نے انگریزوں اور ہندوؤں کو مسلمانوں کی علیحدہ سیاسی اور معاشرتی حیثیت ماننے پر مجبور کردیا۔ پاکستان کا دنیا کے نقشے پر ایک آزاد مسلم ریاست کی حیثیت سے ابھرنا

قائداعظمؒ نے مسلم لیگ کی قیادت سنبھالتے ہی اسے ایک عظیم عوامی سیاسی جماعت میں تبدیل کردیا۔ یہ قائداعظمؒ کی مدبرانہ صلاحیتوں کا ہی نتیجہ تھا کہ 23 سال کے مختصر عرصے میں آپ نے انگریزوں اور ہندوؤں کو مسلمانوں کی علیحدہ سیاسی اور معاشرتی حیثیت ماننے پر مجبور کردیا

بلاشبہ محمد علی جناحؒ کے قائداعظم ہونے کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

قائداعظمؒ وہ عظیم لیڈر تھے کہ جب گورنر جنرل پاکستان کے عہدے پر فائز ہوئے تو ڈیڑھ روپے کے موزے لینے سے بھی انکار کردیا اور کہا کہ ایک غریب مسلمان ملک کے سربراہ کو اتنی مہنگی چیز نہیں پہننی چاہئے۔ یہ وہی محمد علی جناحؒ تھے۔ قائداعظمؒ نے قیام پاکستان کے بعد اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ طبیعت کی خرابی کے باوجود اس ملک کے انتظامی ڈھانچے کو کھڑا کرنے، ابتدائی مشکلات کوختم کرنے اور ملک و قوم کی ترقی کی راہ پر گامزن کرنے میں مصروف کردیا۔ ایک مرتبہ سرکاری استعمال کے لیے 37 روپے کا فرنیچر منگوایا گیا قائداعظمؒ نے جب فہرست دیکھی تو سات روپے کی کرسیاں اضافی تھیں پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہ محترمہ فاطمہ جناح نے منگوائی ہیں۔ قائداعظمؒ نے فرمایا کہ اس کے پیسے فاطمہ جناح سے لیے جائیں۔

علامہ محمد اقبالؒ نے قائداعظمؒ سے متعلق بالکل بجا فرمایا تھا کہ اس شخص (محمد علی جناح) کو نہ تو خریدا جاسکتا ہے اور نہ ہی یہ شخص خیانت کرسکتا ہے۔آج کا پاکستان ہم سے یہ تقاضا کرتا ہے کہ نیک نیتی، دیانت داری، دل نوازسخن، دور اندیشی، امت کا احساس، محنت اور اخلاص جو قائداعظمؒ کی شخصیت کے نمایاں پہلو ہیں ہر سیاست دان کو اپنانے چاہئیں کیونکہ یہی وہ ہتھیار ہیں جو ایک سیاست دان کو لیڈر بناتے ہیں اور زندگی کے ہر میدان میں فتح کے لیے ضروری ہیں۔

☆☆☆☆☆

منہاج القرآن ویمن لیگ کی سرگرمیاں

ورکرز کنونشن KPK ہزارہ ڈویژن:

مورخہ 8 تا 14 جولائی 2019ء کو مرکزی منہاج القرآن ویمن لیگ کے وفد نے KPK کا وزٹ کیا۔ مرکزی وفد میں مرکزی ناظمہ خیبر پختونخواہ، بلوچستان ام حبیبہ اور مرکزی ناظمہ دعوت و تربیت محترمہ انیلہ الیاس شامل تھیں۔ اس وزٹ کے اہم مقاصد میں مثالی تنظیم کے اہداف پر بریفنگ، تنظیمی و تربیتی ورکشاپس، رفاقت سازی اور تنظیم نو۔

اس وزٹ کے دوران تحریک منہاج القرآن اور اس کے جملہ فورمز کے مشترکہ طور پر تین غیر معمولی نوعیت کے ورکرز کنونشنز ہری پور، ایبٹ آباد اور مانسہرہ میں منعقد ہوئے جن میں مرکزی ناظم اعلیٰ خرم نواز گنڈا پور اور مرکزی نائب ناظم اعلیٰ کوآرڈینیشن محترم رفیق نجم کی قیادت میں مرکزی وفد نے شرکت کی۔ وفد میں محترم محبّ اللہ اظہر پروفیسر منہاج کالج آف شریعہ اور نظامت تربیت سے علامہ محمود مسعود بھی شامل تھے۔ ان کنونشنز میں KPK زون کی طرف سے ویمن لیگ کے کام کو بہت سراہا گیا۔

اس وزٹ میں مرکزی ناظمہ دعوت و تربیت محترمہ انیلہ الیاس نے ہر اجلاس میں دعوتی سرگرمیوں کو فروغ دینے کے لیے خصوصی بریفنگ دی۔ حلقات القرآن، حلقات درود اور محافل ذکر ونعت کے طریقہ کی وضاحت کی۔

تحصیل بالاکوٹ یوسی پارس میں دو مقامات پر پہلی بار ویمن لیگ کی تنظیم سازی اور رفاقت سازی کی گئی۔

علاوہ ازیں ایبٹ آباد اور ہری پور میں منہاج القرآن ویمن لیگ کے آفس کا قیام عمل میں لایا گیا۔ کاکول اکیڈمی ایبٹ آباد کے وزٹ کے دوران وزٹ کیا گیا 12 خواتین پر مشتمل نشست وحلقہ درود انعقاد کیا گیا، ممبر شپ اور دروس قرآن پر بریفنگ دی گئی۔

اس کے علاوہ 2 ضلع، 2 یوسی کی تنظیم سازی کی گئی تاحیات رفاقت 35 دو آفس کا قیام کیا گیا۔ ماہانہ درس قرآن 3، ہفتہ ذکر حلق دروس 5، تنظیمی میٹنگ پارس، بالاکوٹ، تربیتی ورکشاپس، مانسہرہ، ایبٹ آباد، حویلیاں، ہری پور دو نئے مقامات۔ ہری پور، ایبٹ آباد، مانسہرہ میں ورکرز کنونشن کروائے گئے۔

تحصیل راولاکوٹ: (زون آزاد کشمیر)

11 جولائی سے 27 جولائی 2019ء تک تحصیل راولاکوٹ میں مختلف دروس اور کورسز کا انعقاد کیا گیا۔ جس کی مکمل پلاننگ مرکزی زونل ناظمہ آزاد کشمیر محترمہ عذرا اکبر صاحبہ اور ضلع پونچھ کی صدر محترمہ صائمہ کنول صاحبہ اور تحصیل راولاکوٹ کی صدر محترمہ فرحت ناز صاحبہ نے کی اور بھرپور محنت اور کاوش سے ان کورسز اور درود کو کامیاب بنایا۔

ان درود اور کورسز میں بطور معلّمہ مرکزی زونل ناظمہ محترمہ صائمہ نور صاحب نے منہاج القرآن ویمن لیگ کے پلیٹ فارم سے خدمات سرانجام دیتے ہوئے مختلف کورسز آئیں دین سیکھیں، آئیں حدیث سیکھیں اور عرفان العقائد کروائے۔ علاوہ ازیں مختلف کالجز مثلاً بنجوسہ کالج آزاد کشمیر، عید گاہ دریک کالج/ انٹر کالج کوئیاں اور ریحاڑہ کالج اور مختلف ہائی سکولز میں دروس قرآن بعنوان قرآن اور ہماری زندگی کا مقصد قرآن وحدیث کی روشنی میں اور قرآنی انسائیکلو پیڈیا کا تعارف قرآن اور جدید سائنس کے تناظر میں جیسے موضوعات پر لیکچرز دیئے۔

ان دروس اور مختلف کورسز میں شرکاء کی تعداد 1795 تھی۔ 244 لوگوں کو عرفان العقائد اور آئیں دین سیکھیں کورسز کی اسناد دی گئیں۔

ان کورسز کے دوران 40 افراد نے منہاج القرآن کی رفاقت اور 18 افراد نے لائف ممبر شپ حاصل کی۔ ☆☆☆

Building Generations For Tomorrow

Youth has the power to move the country into the next phase of political and economic independence if they effectively mobilize other young people in their communities.

Hadia Saqib

Youth has the power to move the country into the next phase of political and economic independence if they effectively mobilize other young people in their communities.

Pakistan currently has the largest generation of young people ever in its history, with about two-thirds of the total population under 30 years of age. This includes children under 15 who will be tomorrow's youth. The youth cohort, defined as those between 15-29 years of age, Youth under the age of 25 constitutes 63% of total population of Pakistan.

As a section of the populace that is transiting to adulthood, this 'youth bulge' will prove to be either a dividend or a disaster for the country, depending on how Pakistan invests in its development. The Pakistan National Human Development Report 2017 focuses on the youth as a critical force for shaping human development. (Najam & Bari, 2017)

A youth bulge that is an opportunity now but will turn into a disaster if not dealt with appropriately; o How the youth develop and grow will critically impact Pakistan as a country. For instance, if engaged and utilised properly, the youth can serve as catalysts for the Sustainable Development Goals (SDGs); o The youth, a massive segment of the population transitioning between childhood and adulthood, will not remain youth forever - hence the need to act now.

The situation is urgent, because the youth bulge will start to decrease after another three decades. To attain the maxi-mum benefit, it is imperative to invest in the youth now to enhance their wellbeing as well as the country's human development.

The main responsibility lies on the mothers who are training the future generations in their laps. The mothers are responsible to injunct such attributes in their children for their firm upbringing upon religious beliefs and attributes. A woman should be strict in some points which are mentioned below:

Encourage children according to their potential

Each child comes with his own distinctive potential. The Holy Prophet (S) has said: Human beings are like mines of gold and silver. Children have abilities that could lead to great achievements. Some show skill and interest in a certain area, while others prefer a different one.

Apart from not trying to compare children with one another, a good mother tries to bring out the best in each child. She makes the child develop his skills in whatever area he is good at, as well as remedy the weakness in each child. If one child is very shy, for example, the mother should not demand that he socialize and interact with others the way his siblings do (Alesina & Reich, 2015). Some mothers unwittingly put their children through a great deal of embarrassment and humiliation. The child must be taught to overcome his shyness. Some books on shyness may help. Or the mother could give practical suggestions of what the child could talk about to others. A mother's gentle guidance can remedy many a flaw and weakness in the character of the child.

Methods of Religious Training

A mother should adopt diverse ways to perform religious training of their kids. They should be be a model to your children, ask religious questions to their kids and response clearly what their kids ask them about religion as well as bring awareness to them regarding the don'ts of Islam.

Prophet SAW has said:

"A virtuous child is a fragrant flower from the flowers of Heaven"

Hazrat Ali (R.A) has also emphasized on teaching ethics to kids:

"No parent has given a better gift to his child than good manners"

The woman is the family's first instructor and the family are the first unit of the community. Then it's no wonder that there is so much pressure on the Muslim women to care and educate their children well; for if the family structure is

strong and upright, the children will be responsible and righteous citizens. This consequently rubs off on the large society. Hence, the need for women to be educated and play their role well in nation building (Al Khayat, 2003)

Valuing philanthropy to build a justice, peaceful and inclusive society:

A mother should induce her children towards philanthropic acts which is essential to develop kind attitude in the behavior of their children.

Abdul Sattar Edhi (1928-2016), founder of the Edhi Foundation, wrote this comment for Pakistan NHDR 2017 a few months before his death:

"Selflessness, simplicity and honesty are virtues that the youth of this country need to adopt if they are to contribute to the development of an inclusive and equitable society. No obstacle, whether of social status, educational level or political/religious affiliation, can deter a young individual determined to help others".

Today's Pakistan is a young Pakistan. Its youth are the future leaders of positive change. If provided with freedom of choice and meaningful opportunities, they are more likely to enhance human development in the future but for Pakistan to miss the window of opportunity provided by its youth bulge is simply not an option. Hence it is necessary to to understand the fact and put our whole concentration on our coming generation today for a better Pakistan tomorrow.

References:

Al Khayat, D. M. H. (2003). Woman in Islam and her role in human development. World Health Organization.

Alesina, A., & Reich, B. (2015). Nation-building. Presented at the Brown, Cambridge, U of Chicago, UCL, Warwick, a CEPR meeting.

Najam, Dr. A., & Bari, Dr. F. (2017). Pakistan National Human Development Report Unleashing the Potential of a Young Pakistan. United Nations Development Programme, Pakistan.☆☆☆☆☆

رلا دیا مِرے قائد کو جس نے، تھا ترا غم

خانوادۂ قائد کے رخشندہ چشم و چراغ، متاعِ تحریک جواں سال، جواں مرگ عدنان جاویدؒ قادری کی یاد میں

اے ربِ ارض و سما، قادرِ حیات و ممات
جہانِ گل فقط تیری ذات کو ہے ثبات
مرے خدا! تِرا وصف و کمال ایسا ہے
نہ کوئی تجھ سا، نہ تیرے حبیب ﷺ جیسا ہے
روانگی ہو بشر کی یہاں سے، یا ہو قیام
ترے ہی حکم کے تابع ہے زندگی کا نظام
تو جس کو چاہے بلا لے، کہ بے نیاز ہے تو
قضا و قدر کا مختار، حرفِ راز ہے تو

اے نورِ عین مسرت[1]، اے راحتِ جاوید[2]
خدا ہی جانے تِری مختصر حیات کا بھید
تجھے لحد میں اتارا تو رَہ گیا تکتا
بھرے جہان میں فرحان[3] رہ گیا تنہا
سروں پہ بہنوں کے اِک آسمان تھا عدنان
متاعِ زیست تھا، مریم[4] کا مان تھا عدنان
کہاں ہو تم، کہ تمہیں خاندان ڈھونڈتا ہے
مکیں کو جس طرح خالی مکان ڈھونڈتا ہے

چمن چمن میں ہے چرچا تِری صباحت کا
ہر ایک آنکھ میں نقشہ تِری وجاہت کا
وہ خوش لباس، خوش اطوار، خوش جمال مِرا
کمال شخص تھا خوش رُو، وہ خوش خصال مِرا
جوانِ رعنا، نویدِ بہار، رشکِ قمر
تِرے شباب کو یہ لگ گئی ہے کس کی نظر
جو دیکھتا تھا تجھے، آنکھ بھر کے دیکھتا تھا
تیرے وجود میں منظر سحر کے دیکھتا تھا

ہے لیپ ٹاپ پہ سکتہ، خموش فیکس مشین
پلٹ کے آئے گا کب وہ مِرا ذہین و فطین
وہی چیئر، وہی ٹیبل پہ فائلوں کا ڈھیر
جو رہ گئی ہے، تو دفتر میں تیرے آنے کی دیر
دیارِ غیر سے ای میلز آتی جا رہی ہیں
کہاں ہے تو کہ مسلسل تجھے بلا رہی ہیں
رفیقِ کار تِری راہ تک رہے ہیں تمام
تو کب چہکتا ہوا آئے اور ہو محوِ کلام

تِری شناخت کا یہ معتبر حوالہ ہے
کہ اپنی گود میں قائد[5] نے تجھ کو پالا ہے
جنم گھڑی سے تو قائد کی آنکھ کا تارا
بہت عزیز، بہت لاڈلا، بہت پیارا
زہے نصیب! وہ بچپن میں ان کی تربیت
کہ جس سے پائی ہے تشکیل تیری شخصیت
دعا کو ہاتھ اٹھائے، تو آنکھ ہوگئی نَم
رُلا دیا مِرے قائد کو جس نے، تھا ترا غم

مجھے خبر ہے، جو گزری ہے بھائی صبغت[6] پر
بہن[7] پہ، امی[8] پہ، طاہر[9] پہ، بھائی شفقت[10] پر
یہ اک قیامتِ صغریٰ تھی قدرت[11] و عظمت[12]
مگر رضائے الٰہی تھی یہ، یہی قسمت
ہیں دل گرفتہ و پُرنم حسن محی الدین[13]
حسین[14] بھائی بھی ہوں گے بڑے اداس کہیں
سدا رلائے گی جو، ایسی داستان ہے یہ
تمہارے صبر و توکل کا امتحان ہے یہ

ہے مسئلہ تیرا نعم البدل، قیادت کا
کوئی مثیل نہیں ہے تِری لیاقت کا
تجھے نصیب ہوں آسائشیں لحد کی تمام
ہوائیں آتی ہوں جنت کی کھڑکیوں سے مدام
ہو ایسے طے تِرا عقبیٰ کی زندگی کا سفر
کہ تجھ پہ ہو سدا آقائے دو جہاں ﷺ کی نظر
انیسِ جاں! ہو بہشتِ بریں مقام تِرا
مرے حضور ﷺ کے قدموں میں ہو قیام تِرا

شاعر:

محمد انیس انصاری (جھنگ صدر)

ارشادات:

[1] والدہ محترمہ [2] والد گرامی
[3] بھائی [4] شریک حیات
[5] قائد محترم ماموں جان
[6] سسر ماموں جان
[7] خوش دامن، اہلیہ صبغت اللہ قادری
[8] بیگم مہر غلام محمد قادریؒ، نانی اماں
[9] برادر نسبتی، صاحبزادہ صبغت اللہ قادری
[10، 11، 12] ماموں جان
[13، 14] صاحبزادہ گان قائد محترم

Monthly
DUKHTARAN-E-ISLAM
SEP-2019
LAHORE
Regd CPL No.45

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی فضائل و مناقبِ اہلِ بیتِ اَطہار علیہم السلام

اور دیگر موضوعات پر ایمان اَفروز علمی و تحقیقی کتب

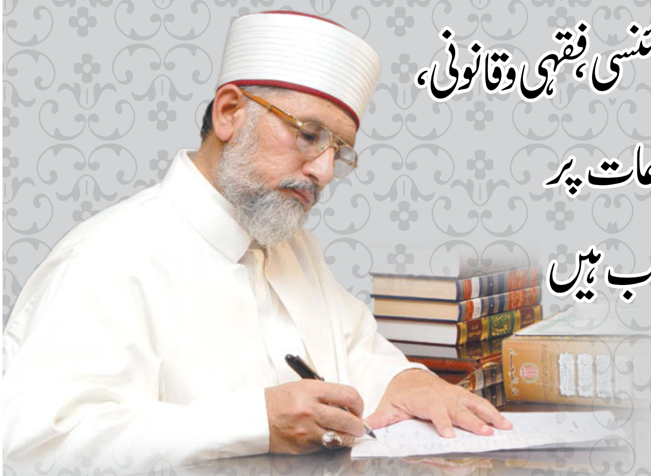

علمی و عملی، اخلاقی و روحانی، تعلیمی و سائنسی، فقہی و قانونی، انقلابی اور فکری و عصری موضوعات پر

550 سے زائد کتب دستیاب ہیں